إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ

کتاب وسنت کا ترجمان علمی دعوتی واصلاحی

سہ ماہی مجلّہ

المکرم

بیاد

شیخ الحدیث والتفسیر

حضرت مولانا محمد اسمٰعیل سلفی رحمہ اللہ

مولانا حکیم محمود سلفی رحمہ اللہ

نگران

حافظ اسعد محمود سلفی

مدیر

مجیب الرحمٰن سیاف

شمارہ نمبر 26

شعبان، رمضان، شوال 1436ھ | جون، جولائی، اگست 2015ء

- نفاذ شریعت میں حائل رکاوٹیں اور ان کا حل
- یمن کی کشیدگی اور پاکستانی قیادت کی ذمہ داری
- منشیات سے روک تھام کا عالمی دن

کیا محدثین کے اصول حدیث قرآن مجید کے اصولوں کے خلاف ہیں؟

روزہ کے فضائل اور اس میں کرنے کے کام

ناشر: شعبۂ نشر واشاعت جامعہ اسلامیہ سلفیہ (مسجد مکرم) ماڈل ٹاؤن گوجرانوالہ

سند فراغت پانے والے قراء کرام

عبدالملک قاری ثانی	قاری عبدالماجد ثانی	قاری ابوسفیان	قاری محمد اویس	قاری محمد حمزہ
قاری ابوبکر منظور	قاری ابوبکر سلیم	قاری انس بلال	قاری محمد جنید	قاری ولید انجم
قاری محمد عبداللہ	قاری عبداللہ زاہد	قاری عبداللہ منیر	قاری صغیر احمد	قاری محمد اسماعیل
قاری حمزہ بابر	قاری اسرار احمد	قاری محمد احسن	قاری انس شعیب	قاری مبین احمد
قاری محمد علی	قاری عبدالرحمن	قاری عدنان شفیق	قاری اسامہ اشرف	قاری محمد آصف
	قاری ضماد سہیل	قاری اسامہ افضل	قاری طلحہ نصیر	

سند فراغت پانے والے علماء کرام

مولانا عبدالقدیر صاحب عارف والہ	مولانا محمد عثمان مدنی صاحب ساہیوال	مولانا شفیق صاحب چوہدری قصور	مولانا مزمل عزیزی صاحب
مولانا عرفان صاحب محمدی گوجرانوالہ	مولانا محمد مدثر صاحب گوجرانوالہ	مولانا عبداللہ نورپوری صاحب گوجرانوالہ	مولانا محمد صہیب صاحب سیالکوٹ
مولانا علی مرتضی صاحب گوجرانوالہ	مولانا احسان الٰہی صاحب گوجرانوالہ	مولانا اسداللہ ظہیر صاحب سیالکوٹ	مولانا مخدوم دانیال صاحب گوجرانوالہ
طیب مولانا سلفی صاحب گوجرانوالہ	مولانا رضوان صدیقی صاحب بہاولپور	مولانا ابوبکر صدیقی صاحب گوجرانوالہ	مولانا مطیع اللہ صاحب گوجرانوالہ

00 92 324 641 85 95
hudebiah@yahoo.com
tayyab.amin75

إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ (القرآن)

سہ ماہی مجلّہ

کتاب وسنّت کا ترجمان علمی دعوتی واصلاحی

المکرم

26

شعبان، رمضان، شوال 1436ھ

جون، جولائی، اگست 2015ء

سرپرست

چوہدری محمد بشیر ایڈووکیٹ

مہتمم جامعہ ھذا

نگران اعلی

حافظ اسعد محمود سلفی

بیکل

شیخ الحدیث والتفسیر

حضرت مولانا محمد اسمٰعیل سلفی رحمہ اللہ

مولانا حکیم محمود سلفی رحمہ اللہ

مدیر

مجیب الرحمٰن سیاف

معاون

اعزاز الحق نعیم

مجلس ادارت

الشیخ عبدالحمید ازہر حفظہ اللہ

پروفیسر حافظ ارشد حفظہ اللہ

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری حفظہ اللہ

الشیخ عبدالوحید ساجد حفظہ اللہ

الشیخ محمد عظیم حاصلپوری حفظہ اللہ

الشیخ عثمان اسماعیل سلفی حفظہ اللہ

ضیاء اللہ کھوکھر حفظہ اللہ

فہرس

اداریہ	عثمان اسماعیل سلفی	۲
درس قرآن	شیخ عبدالوحید ساجد	۴
درس حدیث	شیخ محمد مالک بھنڈر	۶
الٰہ کی صفات	رحمت اللہ شاکر	۷
نفاذِ شریعت میں حائل رکاوٹیں اور ان کا حل	حافظ ریاض احمد عاقب	۱۳
یمن کی کشیدگی اور پاکستانی قیادت کی ذمہ داری	عثمان اسماعیل سلفی	۲۳
منشیات سے روک تھام کا عالمی دن	مجیب الرحمٰن سیاف	۲۹
کیا محدثین کے اصولِ حدیث قرآن مجید.....؟	محمد حسین میمن	۳۵
نہ کہنے کی باتیں	ابن عمر دین لاہوری	۵۳
روزہ کے فضائل اور اس میں کرنے کے کام	محمد عظیم حاصل پوری	۵۶

خط وکتابت

جامعہ اسلامیہ سلفیہ

(مسجد مکرم) ماڈل ٹاؤن توحید آباد انوالہ

0301-5073941 / 055-3846592

مجلّہ المکرم کو انٹرنیٹ پر آن لائن پڑھنے کے لیے

www.scribd.com/almukarramgrw

Email: mukarram.grw@gmail.com

زرتعاون ——— 25 روپے

سرکولیشن منیجر

اشعر غسان

0333-8111709

ادارہ کا مضمون نگار کی رائے سے کلی اتفاق ضروری نہیں

اداریہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تہذیب کے آزر نے ترشوائے صنم اور....

نائن الیون کے بعد اب عالمِ کفر ایک اور گیم کھیلنے جا رہا ہے جس کا نام ''گریٹ گیم'' رکھا جائے تو غلط نہ ہوگا۔ اب کی بار نہ صرف عرب کے تیل کے وسیع علاقوں کو توڑنے کی کوشش ہے بلکہ ''گریٹ اسرائیل'' کا منصوبہ پورا کرنے کی بُو آ رہی ہے اور اس گیم میں کچھ اپنے کہلوا کر بھی اغیار سے بڑھ کر اشرار ثابت ہو رہے ہیں۔ سعودی فرماں روا ''شاہ سلمان'' کی مدد کی درخواست سے لے کر امام کعبہ ''شیخ خالد الغامدی'' کے دورۂ پاکستان تک ہمارے ملک میں پرنٹ والیکٹرانک میڈیا پر سعودی حکومت اور امام کعبہ کے دورے کو خوب تنقیدی نظر سے دیکھ کر ہم نے میزبانی کا شرف نبھایا۔ اور تو اور اراکینِ پارلیمنٹ میں سے بعض حضرات نے تو یہاں تک باور کرانے کی کوشش کی کہ ہم ارضِ حرمین کی حفاظت کے ٹھیکے دار نہیں ہیں، اللہ جانے اور اس کا کام، شاید اقبال نے انہی حالات کے بارے میں لکھا تھا:

یہ کافری نہیں تو کافری سے کم بھی نہیں

اس میں کوئی شک نہیں کہ جب ایک شخص کو اپنی اسلامی اور ملی ذمہ داری سے بڑھ کر غیروں کی وفاداری زیادہ عزیز ہو تو پھر ایسے ہی 'خوبصورت' بیانات سننے کو ملتے ہیں۔ کچھ حضرات نے تو یہاں تک ہمت کی کہ وہ ''توکل'' کی تشریحات کرتے کرتے کہنے لگے کہ ہمیں مشکل بنے تو ہم حرمین جا کر دعائیں مانگتے ہیں، ان پر مشکل آئی تو یہ سیدھے پاکستان کیوں دوڑے آئے؟ گویا سعودی حضرات کو مدد مانگنے سے پہلے ان پاکستانی 'دانشوروں' کے H.E.C یعنی ''ہائی ایمان کمیشن'' سے اپنے ایمان کو ٹیسٹ کروالینا چاہیے تھا۔

خیر کوئی حرج نہیں، برتن میں جو ہو باہر تو وہی آتا ہے۔ مگر کاش! اس بات پر غور کر لیا جاتا کہ حرمین شریفین کی سرزمین سے چل کر کسی اور کے پاس مدد مانگنا اور مدد کی اُمید رکھنا، کیا واقعی کوئی سنگین جرم ہے یا شریعت میں اس کی اجازت ہے.....؟

ذرا غزوۂ بدر کی تاریخ پڑھیے: مدینہ منورہ میں نبی ﷺ صحابہ کے مشاورتی اجلاس میں بدر کی جنگ کے بارے غور کر رہے ہیں، ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ اُٹھ کر نبی کو اپنی حمایت کا یقین دلاتے ہیں۔ مقداد بن عمرو رضی اللہ عنہ اُٹھتے ہیں اور ان کی زبان سے نکلتا ہے: ''اے کے رسول ﷺ! اگر آپ برکِ غماد تک جائیں تو ہم وہاں بھی آ کے ساتھ جانے سے گریز نہیں کریں گے''۔ مگر آپ کو ابھی بھی ایک طرف سے جواب کا انتظار تھا اور وہ انصار صحابہ کا گروہ تھا کیونکہ پہلے تینوں صحابی مہاجرین میں سے تھے۔ اب کی باری انصار مدینہ کے سالار ''سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ'' نے اپنی حمایت کا یقین دلایا۔ انصار کی حمایت آنے کی دیر تھی کہ رسول اللہ ﷺ کا چہرۂ انور خوشی سے کھل اٹھا۔

اس واقعے کو بار بار پڑھنے ور سمجھنے کہ بعد صاحبِ بصیرت پر یہ بات روشن دن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ اپنے کسی بھائی سے مدد کی امید رکھنا جرم نہیں ہے۔ پھر آج اہلِ عرب نے ہمیں کیوں پکارا؟ کیونکہ ہماری افواج نے بفضل اللہ اپنی اہمیت دنیا میں منوائی ہے اور اس طرح منوائی ہے کہ بغیر اسلحہ اور عددی برتری کے ان شیروں کی حالت بقول شاعر یہ ہے:

اس قوم کو شمشیر کی حاجت نہیں رہتی ہو جس کے جوانوں کی خودی صورتِ فولاد

مگر اس بات کو اس معنی میں لے لیا گیا کہ گویا ہم فوج بھیج کر ایک آگ کے الاؤ میں کود رہے ہیں۔ کاش! یہ محبانِ وطن اس وقت بھی بولے ہوتے کہ جب ''انکل سام'' نے ہمیں اپنی کالونی سمجھتے ہوئے افغان جنگ میں فرسٹ لائن اتحادی کا طوق پہننے پر مجبور کیا تھا۔

ایک طرف ملکی سیاست دان اور دوسری طرف اپنے قلم سے دن کو رات اور رات کو دن ثابت کرنے والے دانشور جو اپنی سیاسی و مالی مصلحتوں کے باعث اس نازک موڑ پر اپنی اپنی بانسری بجانے میں مصروف تھے، مگر عوام الناس نے ان تمام مصلحتوں کو بالائے طاق رکھتے ہوئے ارضِ حرمین کی خاطر اور امام کعبہ کی آمد پر نہ صرف اپنے والہانہ جذبات کا اظہار کیا ہے بلکہ یہ پیغام بھی سُنا دیا:

یہ زائرانِ حریم مغرب ہزار بھر نہیں ہمارے ہمیں بھلا ان سے واسطہ کیا جو تجھ سے ناآشنا رہے ہیں

اس لیے اپنی سیاسی و مالی مجبوریوں اور مصلحتوں کو بالائے طاق رکھتے ہوئے تمام سیاسی پارٹیوں کو ''ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لیے'' کا مصدق بننا چاہیے۔ **بقیہ صفحہ: 12**

درس قرآن

معاف کر دینے کا حکم

شیخ عبدالوحید ساجد

ارشادِ باری تعالی ہے:

(خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِيْنَ) (الأعراف: ۱۹۹)

''آپ درگزر کیجیے اور نیک کام کا حکم دیجیے اور جاہلوں سے کنارہ کیجیے''

جب اللہ تعالی نے نبی ﷺ پر یہ آیہ نازل فرمائی تو رسول اللہ نے فرمایا:

««ما هذا يا جبريل؟ قال: إن الله يأمرك أن تعفو عمن ظلمك وتعطي من حرمك وتصل من قطعك»»

''(آپ نے فرمایا) جبریل اس سے کیا مراد ہے؟ تو حضرت جبریل علیہ السلام نے کہا: اللہ تعالی نے آپ کو حکم دیا ہے کہ آپ اس شخص کو معاف کر دیں جو آپ پر ظلم کرے، اس شخص کو عطا کریں جو آپ کو نہ دے اور اس شخص سے صلہ رحمی کریں جو آپ سے قطع تعلقی کرے''۔ (تفسیر طبری، تفسیر بن ابی حاتم)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ عیینہ بن حصن بن حذیفہ آئے اور اپنے بھتیجے حُر بن قیس کے پاس ٹھہرے اور یہ حُر ان لوگوں میں سے تھے جن کو حضرت عمر کا خاص قرب حاصل تھا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہم نشین اور مشیر قرآن مجید کے عالم اور قاری ہوتے تھے خواہ وہ ادھیڑ عمر ہوں یا جوان۔ عیینہ نے اپنے بھتیجے سے کہا کہ اے برادارزادے! تجھے اس امیر کے ہاں خاص قرب حاصل ہے لہٰذا میرے لیے بھی ان سے ملاقات کی اجازت طلب کرو، انہوں نے جواب دیا کہ ٹھیک ہے، میں آپ کے لیے ضرور اجازت طلب کروں گا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حُر نے عیینہ کے لیے اجازت طلب کی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اجازت دے دی، جب وہ اندر آئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ

سے کہنے لگے: اے ابن خطاب: اللہ کی قسم! بات یہ ہے کہ آپ ہمیں نہ زیادہ عطیے دیتے ہیں اور نہ ہی ہمارے بارے میں عدل کے ساتھ فیصلے کرتے ہیں۔ یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ غضب ناک ہوگئے حتی کہ انہوں نے اسے مارنے کا ارادہ کیا تو حُر نے ان کی خدمت میں عرض کی، اے امیر المومنین! اللہ تعالی نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا ہے:

(خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِيْنَ)

''اے نبی! عفو اختیار کیجیے اور نیک کام کرنے کا حکم دیجیے اور جاہلوں سے کنارہ کشی کر لیجیے''۔

(حر نے کہا کہ) یہ شخص بھی جاہلوں میں سے ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اللہ کی قسم! جس وقت حر نے اس آیت کریمہ کی تلاوت کی حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسے سننے کے بعد زرہ برابر بھی آگے نہ بڑھے (کیونکہ) حضرت عمر اللہ تعالی کی کتاب کے پاس ٹھہرنے جانے والے تھے، اس کے مطابق عمل کرتے اور اس سے آگے نہ بڑھتے تھے۔ (بخاري، التفسير)

عفو و درگزر: معاف کرنا مومن کی قابل تعریف عادات میں سے ہے، یعنی انتقام کی قدرت رکھنے کے باوجود احسان اور مکارم اخلاق کی خاطر اپنے حق کو جود و کرم اور احسان کے طور پر چھوڑ دینا ہی عفو و درگزر اور معافی کہلاتا ہے۔ اللہ تعالی کا فرمان ہے:

''اور اگر آپ تند خو اور سخت دل ہوتے تو یہ سب آپ کے پاس سے منتشر ہو جاتے۔ آپ ان سے درگزر کریں اور ان کے لے استغفار کریں''۔ (آل عمران: ۱۵۹)

معاف کرنا ہمارے نبی اکرم کے اخلاق میں سے ہے، آپ معاف کرنے والوں کے سردار اور لوگوں پر سب سے زیادہ مہربانی کرنے والے ہیں۔ سابقہ کتابوں میں آپ کو معاف کرنے اور درگزر کرنے والے کی صفت سے موصوف کیا گیا ہے جیسا کہ آپ کی صفت تورات میں آئی ہے:

''اے نبی! ہم نے آپ کو شاہد، خوشخبری دینے والا، ڈر سنانے والا اور امیوں کے لیے حفاظت گاہ بنا کر بھیجا ہے، تو میرا بندہ اور رسول ہے میں نے تیرا نام متوکل رکھا ہے، تجھے درشت و سخت بازاروں میں شور و غل کرنے والا، برائی کا جواب برائی سے دینے والا نہیں بلکہ عفو و درگزر کرنے والا بنایا ہے''۔ (بخاري)

درس حدیث

اللہ کی پناہ اُس دل سے جو خوف سے خالی ہو

محمد مالک بھنڈر

«عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ يَقُوْلُ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوْذُبِكَ مِنَ الْاَرْبَعِ: مِنْ عِلْمٍ لَّايَنْفَعُ، وَمِنْ قَلْبٍ لَّا يَخْشَعُ، وَمِنْ نَّفْسٍ لَّا تَشْبَعُ وَمِنْ دُعَاءٍ لَّا يُسْمَعُ» (أبو داؤد: ١٥٤٨)

''حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ فرمایا کرتے تھے: اے اللہ! میں چار چیزوں سے تیری پناہ طلب کرتا ہوں (۱) اس علم سے جو نفع نہ دے، (۲) اس دل سے جو اللہ تعالی کے سامنے خشوع وخضوع نہ کرے، (۳) اس نفس سے جو سیر نہ ہو اور (۴) ایسی دعا سے جو قبول نہ ہو۔''

مذکورہ چار چیزوں سے اللہ تعالی کی پناہ حاصل کرنا سنت ہے، مقصود یہ ہے کہ اے اللہ! میرے علم کو مفید بنا، دل کو عاجزی اور خشوع والا بنا، میری دعائیں قبول فرما اور میرے نفس کو قناعت پسند بنا دے۔ آپ کا پناہ مانگنا امت کی تعلیم اور اظہارِ عبودیت کے لیے تھا وگرنہ آپ کو یہ پناہ تو پہلے سے حاصل تھی۔ در اصل حدیث میں یہ اشارہ ہے کہ بندے کو ہر حال میں اللہ تعالی سے ڈرتے رہنا چاہیے اور اللہ تعالی کے سامنے محتاج بن کر رہنا چاہیے۔

علمِ نافع سے علم کے مطابق عمل کرنا مطلوب ہے کیونکہ علم کا سب سے پہلا فائدہ خود عالم کو ہونا چاہیے، پھر تبلیغ وتعلیم کے ذریعے دوسروں کو فائدہ ہوتا ہے۔ دعا کی قبولیت سے مراد اس دعا پر حصولِ ثواب کی امید رکھنا ہے کیونکہ بہت سے امور میں دعا کا پورا ہو جانا ممکن ہی نہیں۔ نفس کے سیر نہ ہونے سے مراد نفس کا حریص ولالچی ہونا ہے البتہ علم اور ثواب کی حرص اچھی چیز ہے

سلسلۃ اصلاح العقائد

الٰہ کی صفات

مولانا رحمت اللہ شاکر

اللہ تعالی کی صفات کے حوالہ سے بات جاری ہے، کچھ صفات کا تذکرہ ہو چکا ہے۔اس کو موضوعِ بحث بنانے کا م کا مقصد یہ ہے کہ ہر مسلمان کو اللہ تعالی کی صفات کا علم ہو جائے تو وہ اس صفات میں اللہ تعالی کو واحد واحد اور یکتا سمجھے۔مخلوق میں سے کسی کو ان صفات میں شریک نہ کرے۔ بہت سے لوگ اس بات کے علم سے محروم ہیں، وہ بے چارے لاعلمی میں یا پھر اندھی عقیدت میں یہ سب کچھ کئے جا رہے ہیں یا پھر ان سے کروایا جا رہا ہے۔عقیدہ اور چیز ہے جبکہ عقیدت اور چیز ہے۔ عقیدت ہی کی وجہ سے انسان عقیدے کی حدود کو پھیلا نگ کر خالق کی صفات مخلوق میں تسلیم کرنا شروع کر دیتا ہے۔

عقیدت کی ایک مثال: ایک دوست سے ملاقات ہوئی، بڑی محبت اور خندہ پیشانی سے پیش آیا اور دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کیا، جب پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ کہنے لگا کہ مجھے معلوم ہے کہ مصافحہ ایک ہاتھ سے ہی سنت ہے لیکن یہ میری عقیدت ہے۔لوگ عقیدے کو بھول کر عقیدت پر پکے ہو جاتے ہیں۔اس کو ادب، محبت، احترام اور توقیر کا نام دے کر دوسروں پر بے ادبی، گستاخی اور کفر کے فتوے لگانا شروع کر دیتے ہیں جو کہ ہمارے موجودہ معاشرے میں رائج ہے اور ہر طرف فتووں کی مشینیں جاری ہیں۔

یہودیوں کی عقیدت عزیر علیہ السلام کے ساتھ اس مقام پر پہنچی کہ انہوں نے یہاں تک کہہ دیا کہ ''عزیر ابن اللہ'' اور عیسائیوں نے کہا: «مسیح ابن اللہ» اور مومنوں، مسلمانوں، عاشقوں اور محبت کے دعویداروں بلکہ ٹھیکیداروں نے «نور من نور اللہ».

اس پس منظر کی روشنی میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہود و نصاری نے اللہ تعالی کے تعارف کا سوال کر دیا۔امام ضحاک، قتادہ اور مقاتل بن حیان رحمہم اللہ کا قول ہے:

''یہودیوں کے بڑے بڑے عالم (احبار) آپ کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ اپنے رب کا ہمیں تعارف کروادیں، ہوسکتا ہے ہم بھی اسے اپنا رب تسلیم کرلیں۔ اللہ تعالی نے تورات میں اپنا تعارف کروایا ہے تو آپ بھی ہمیں بتائیں کہ وہ (رب) کس چیز سے بنا ہے؟ کیا وہ کھاتا اور پیتا بھی ہے؟ وہ کس کا وارث ہے؟ اور اس کا کون وارث ہوگا؟ تو اللہ تعالی نے اپنی جامع صفات پر مبنی ایک انتہائی مختصر سورت نازل فرمائی جسے سورت اخلاص کہتے ہیں۔''

عامر بن طفیل رضی اللہ عنہ نے آپ سے سوال کیا کہ آپ ہمیں کس (ذات) کی طرف بلاتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: اللہ تعالی کی طرف بلاتا ہوں، تو (عامر) نے کہا کہ ہمیں بتائیں کیا اللہ تعالی سونے کا ہے، چاندی کا ہے، یا لوہے کا؟ تو اللہ تعالی نے سورت اخلاص نازل فرمائی۔

امام ضحاک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مشرکین مکہ نے عامر بن طفیل رضی اللہ عنہ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا کہ آپ نے ہماری قوت کمزور کردی، ہمارے معبود کو گالیاں دیں اور آباء واجداد کے دین کی مخالفت پر ڈٹ گئے ہو، اگر آپ کو مال کی ضرورت ہے تو ہم دینے کو حاضر ہیں، اگر دیوانہ ومجنون ہو تو علاج کروانے کو تیار ہیں اور اگر کسی حسین وجمیل (اونچے گھرانے کی) عورت سے شادی کا پروگرام ہے تو ہم خود کروادیتے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جواباً ارشاد فرمایا: میں فقیر ومجنوں نہیں ہوں، نہ ہی شادی کی ضرورت ہے۔ میں تو اللہ کا رسول ہوں، بتوں کی دعوت سے نکال کر اللہ کی عبادت کی طرف دعوت میرا منشور ہے۔

مشرکین مکہ نے قاصد دوبارہ بھیجا کہ ہمیں بتاؤ تمہارے معبود کی جنس کیا ہے؟ سونے کا ہے یا چاندی کا؟ تو اللہ تعالی نے یہ سورت نازل فرمائی۔ مشرکین کہنے لگے کہ ۳۶۰ بُت ہماری ضروریات زندگی تو پوری نہیں کرسکتے وہ (اللہ) اکیلا ہماری ضروریات کیسے پوری کرسکتا ہے؟ تو ان کے جواب میں اللہ تعالی نے سورۃ اخلاص نازل فرمائی جس کا معنی یہ ہے:

(۱) اللہ تعالی کی توحید خالص ہے جو ہر قسم کے نقص وعیب اور شرک سے پاک ہے۔ (۲) یہ سورت انسانوں کو شرک سے بچانے کے ساتھ ساتھ جہنم سے خلاصی اور نجات کا ذریعہ بھی ہے۔

سورۂ اخلاص کے مزید اسماء یہ ہیں: (۱) سورت تفرید (۲) سورت تجرید (۳) سورت

توحید (۴) سورت نجات (۵) سورۃ الولایۃ (کیونکہ اس سورت کی تلاوت کرنے والا اللہ تعالی کا ولی بن جاتا ہے اور اسے معرفت باری تعالی حاصل ہوجاتی ہے) (۶) سورت اساس (اس لیے کہ دین کے تمام بنیادی اصول اس میں ذکر کر دیے گئے ہیں)

اب اس سورت کی اہمیت وفضیلت میں ''ماینطق عن الھوی'' کی زبان سے سنیے اور پھر اس میں مذکورہ صفات پر گفتگو کرتے ہیں۔

(۱) سورۂ اخلاص کو نبی رحمت ﷺ نے تہائی قرآن قرار دیا ہے۔ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ایک رات میں تہائی قرآن پڑھنا مشکل ہے؟ میں نے عرض کیا کہ حضور اتنی طاقت کون رکھتا ہے؟ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«اِقْرَءُوْا قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ». (مسلم: ۸۱۱)

''سورۂ اخلاص پڑھ لیا کرو یہ تہائی قرآن کے برابر ہے''۔

(۲) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ مسجد قباء کے ایک امام تھے جو (جہری) نمازوں میں پہلے سورۂ فاتحہ پھر کوئی اور سورت کی تلاوت کرتے تھے۔ لوگوں نے اعتراض کیا کہ دو میں سے ایک کام کرو؛ صرف صورۂ اخلاص پڑھو یا کوئی اور سورت تلاوت کرو۔ وہ کہنے لگے ایسا نہیں ہوسکتا، ہاں! امامت ترک ہوسکتی ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے امامت چھوڑنے کو ناپسند کیا اور نبی کریم ﷺ کے پاس تشریف لے آئے، واقعہ بیان کرنے کے بعد آپ نے پوچھا کہ تم ایسا کیوں کرتے ہو؟ اپنے ساتھیوں کی بات کیوں نہیں مانتے؟ اس سورت کو کیوں ہر رکعت میں لازم کر رکھا ہے؟ صحابی نے جواباً عرض کیا کہ میں اس سورت (اخلاص) سے محبت کرتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

''جنت میں آپ کا داخلہ یقینی ہے''۔ (صحيح البخاري: ۲۹۰۱)

(۳) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آپ نے ایک لشکر روانہ کیا، امیرِ لشکر جماعت کے وقت (جہری نمازوں میں) رکعت کا اختتام سورۃ اخلاص کے ساتھ کرتا۔ واپس آکر نبی کریم ﷺ سے سوال کیا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''اس شخص سے ہی پوچھو! وہ ایسا کیوں کرتا ہے''؟ سوال کرنے پر اس نے بتایا کہ یہ (سورت) رحمٰن کی صفت پر مبنی ہے، میں محبت سے اس کی تلاوت کرتا ہوں۔ تو

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اسے بتادو کہ اللہ تعالی اس سے محبت کرتا ہے'' مسلم

یہ مختصر تذکرہ ہے سورہ اخلاص کی اہمیت وفضیلت کا جو ہم سب کے لیے ایک عظیم نصیحت پر مبنی ہے اور ہر مسلمان کے لیے دعوت فکر ہے کہ اس کے دل میں اس صورت کی محبت کس قدر موجود ہے۔ اگر ہے تو اللہ تعالی کا شکر ادا کریں کیونکہ اللہ تعالی کا وعدہ ہے: ''اگر تم شکر کرو گے تو میں اور زیادہ دوں گا اور اگر ناشکری کرو گے تو میرا عذاب بڑا سخت ہے۔'' (سورہ ابراھیم:۷) اور اگر نہیں تو پھر فکر کی ضرورت ہے۔ پھر بھی اللہ تعالی کا وعدہ موجود ہے: ''جو لوگ ہماری راہ میں کوشش کرتے ہیں ہم ان کے لیے (آسانی کے) راستے کھولتے چلے جاتے ہیں۔ اور یقیناً اللہ تعالی محسنین کے ساتھ ہے۔'' (العنکبوت:٦٩)

ایک بنیادی نقطہ نظر کے بعد ہم اصل موضوع کی طرف لوٹتے ہیں۔ اس صورت مبارکہ میں اللہ تعالی کی مندرجہ ذیل صفات کا تذکرہ ہے:

اَ۔ قل ھو اللہ احد: اس میں اللہ تعالی نبی کریم ﷺ کو مخاطب فرما رہے ہیں۔ جو (کافر ومشرک وغیرہ) آپ ﷺ سے مذاق کی صورت میں سوال کرتے ہیں کہ تمہارے معبود کی صفات کیا ہیں؟ تو اسے بتادو میرا رب واحد الاحد ہے۔ تعدد سے پاک ہے، بیوی سے پاک ہے، والد واولاد سے پاک، ذات (اعضاء وجسم) وصفات میں یکتا واکیلا ہے۔ اس کا کوئی شریک، نظیر، اور برابری کرنے والا کوئی نہیں۔ اور اس کا مطلب ہی ہے کہ تم سب اس بات کا اقرار کرتے ہوئے اور جانتے بھی کہ اللہ تعالی ہی زمین وآسمان کا خالق ہے اور تمہارا بھی خالق وہی ہے۔ وہ الوہیت میں واحد واحد اور یکتا ہے۔ اس کی الوہیت میں کوئی شریک نہیں ہے۔

۲۔ اللہ الصمد: الصمد کے ایک معانی کتب تفاسیر میں صحابہ وتابعین وغیرہ سے منقول ہیں۔ چند ایک کا تذکرہ درج ذیل ہے:

عربی زبان میں ''صمد'' (۱) بلند ومضبوط اور ٹھوس جگہ کو کہتے ہیں۔ (۲) وہ چیز جو اندر سے خالی (پیٹ والی) نہ ہو بلکہ مضبوط ہو۔ (۳) قصد کرنا وغیرہ۔ (الصحاح: ۲:٤٩٩)

جبکہ کتب تفاسیر واحادیث میں اس کے کچھ معانی درج ذیل ہیں:

(۱)حسن بصری رحمہ اللہ کا قول ہے: ''الصمد'' (۱) ایسی ذات ہے جو ہمیشہ رہنے والی ہے۔(۲)حی وقیوم ذات جسے فنا نہیں۔

اعمش رحمہ اللہ کا قول ہے:''صمد''وہ سردار ہے جس کی سرداری وحکومت انتہا کو پہنچی ہو۔

قتادہ رحمہ اللہ کا قول ہے: (۱)ایسا حکمران جس کی حکومت ہر لحاظ سے کامل ہو۔(۲)ایسی عظمت وشرف والی ذات جس کا سرف ہر لحاظ سے کامل ہو۔(۳)ایسا عظیم جس کی عظمت کامل واکمل ہو۔(۴)ایسا حلیم جس کا حلم پایہ تکمیل کو پہنچا ہو۔(۵)ایسا علیم جس کا علم انتہا کی بلندیوں کو عبور کر جائے۔(۶)ایسا حکیم (جس کا ہر فیصلہ حقیقت پر مبنی ہو جو کبھی بھی غلطی اور نظر ثانی کا محتاج نہ ہو) جس کی حکمت ودانائی کے سبھی محتاج ہوں۔یعنی ایسی ذات جو شرف وحکمران کے تمام کمالات سے متصف ہو۔

امام شعبی رحمہ اللہ کا قول ہے: وہ ذات جسے کھانے اور پینے کی کبھی حاجت نہ ہو۔

امام ربیعہ رحمہ اللہ کا قول ہے: جسے کبھی کوئی مصیبت وآفت نہ آئے۔

لہذا''الله الصمد'' کا معنی ہوا کہ اللہ تعالی ہی صرف ایسی ذات ہے جس کے لیے تمام قسم کی عبادت خاص ہیں کسی اور کے لیے قطعا جائز نہیں ہیں۔یہی ہمارا مطلوب ومقصود ہے کہ لوگوں کو خالص اللہ تعالی کی عبادت کی طرف دعوت دیں۔مخلوق میں صفات باری ماننا اور داخل کرنا چھوڑ دیں۔سجدہ قیام،نذر ونیاز اور قربانی وغیرہ صرف اللہ کے لیے کریں۔شرک سے بچ جائیں جنت کے حقدار بنیں۔

۳۔ لم یلد: اللہ تعالی کی اولاد نہیں۔اللہ سبحانہ وتعالی نے اپنی کو اولاد جیسی کمزوری ونقص سے پاک قرار دیا ہے۔یہ اصل میں مشرکین مکہ کا رد ہے جو یہ کہا کرتے تھے کہ فرشتے اللہ تعالی کی بیٹیاں ہیں۔اور عسائیوں کے اس دعوے کا رد ہے جو انہوں نے عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالی بیٹا قرار دیا اور یہودیوں کا رد ہے جنہوں نے عزیر علیہ السلام کو اللہ تعالی کا بیٹا قرار دیا۔

(٤)۔ ولم یولد :اللہ تعالی نے اپنی ذات کو ولادت سے مبرا قرار دیا ہے۔کہ میرا کوئی ماں باپ نہیں ہے۔کیونکہ جنس کا ہونا لازم ہے۔جیسے انسانوں سے انسان پیدا ہوتے ہیں۔اور جنوں سے جن پیدا ہوتے ہیں۔اور دوسری کمزوری یہ بھی ہے کہ پہلے عدم (وجود کا نہ ہونا) اور پھر موجود (وجود میں

آنا) ؛از، آتا ہے جو کہ عین نقص ہے ۔ اللہ تعالی ان تمام عیوب اور کمزوریوں سے بری ہے۔

۵۔ ولم یکن له کفوا احد : اس میں اللہ تعالی نے ان لوگوں کا رد کیا ہے جن کا خیال ہے کہ نظام کائنات اللہ تعالی اکیلا نہیں چلا سکتا اللہ تعالی کو تعاون و مدد کی ضرورت ہے۔ مشرکین عرب فرشتوں کو معاون سمجھتے تھے اور ہمارے زمانے کے مومن و مسلم اور بڑی گہری عقیدت رکھنے والے انبیاء میں سے خصوصا نبی کریم ﷺ کو اور آپ ﷺ کے بعد اولیاء اللہ کو خواہ وہ زندہ ہوں یا فوت ہو چکے ہوں، معاون و مددگار خیال کرتے ہیں ۔ اور ان کا تو یہ نظریہ بن چکا ہے کہ تعاون کے بغیر تو کوئی کام ہوتا ہی نہیں ۔ اللہ تعالی نے سب کچھ نبی کریم ﷺ اور بزرگوں کے حوالے کر دیا ہے یہی سب کچھ کرتے ہیں ۔ ان کی ذمہ داری سے کام چل رہا ہے۔ روزی، عزت و ذلت، اولاد، خوشی و غمی وغیرہ ان کے اختیار میں ہے ان کو راضی رکھنے سے اللہ تعالی راضی ہوتے ہیں، فراخی کرتے ہیں وغیرہ۔ اللہ تعالی نے ان تمام نظریات کی تردید فرمائی ہے۔

کفوا: کا لغوی معنی ہے: برابر ہونا۔

جبکہ شریعت کی اصطلاح میں اس کے معنی میں وسعت ہے۔، برابر، شریک، مثیل، شبیہ، وغیرہ تمام معانی پر بولا جاتا ہے۔ تمام انبیاء و رسل اسکے نیک و عاجز بندے ہیں ۔ اس کے حکم کے عین مطابق زندگی گزارتے رہے ہیں اور یہی طریقہ ان کے پیروکاروں کا ہے۔ وہ اسوہ رسول ﷺ کو مقدم رکھتے ہیں ۔ اللہ تعالی کی شان و عظمت اور صفات کو انبیاء و رسل کے طریقوں کی عین مطابق تسلیم کرتے ہیں ۔ اولیاء کرام کے متعلق غلو نہیں کرتے بلکہ ان سے محبت و دوستی رکھتے ہیں ۔ الہ العالمین کو اس صفات کی روشنی میں جان کر اس کے سامنے سر سجدہ میں رکھیں تو پھر نبی کریم ﷺ کی اس بات کے حقدار بن سکتے ہیں: ''اللہ تعالی کی عبادت ایسے کرو کہ تم اللہ تعالی کو دیکھ رہے ہو اگر یہ نہ ہو سکے تو یہ ضرور سمجھ لو کہ اللہ تعالی تجھے دیکھ رہا ہے'' (بخاری: ۵۰)

بقیہ اداریہ : وگرنہ یہ نہ ہو کہ آپ کی یہ سیاسی مصلحتیں عوام الناس کی زبان سے یہ کہلوانا شروع کر دیں:

مسلم نے بھی تعمیر کیا اپنا حرم اور تہذیب کے آزر نے ترشوائے صنم اور

نفاذِ شریعت میں حائل رکاوٹیں اور ان کا حل

حافظ ریاض احمد عاقب ملتان

ارض پاکستان جدید دنیا کی وہ واحد اسلامی مملکت ہے جو نظریۂ توحید کی بنیاد پر معرض وجود میں آئی۔ بانی پاکستان قائداعظم محمد علی جناح اور تحریک پاکستان کے بنیادی قائدین نے اپنے خطبات میں اس بات کو بار بار دھرایا کہ اس مملکت کے قیام کا مقصد اسلامی اصولوں کا پرچار ہوگا اور اسلامی شریعت کے عین مطابق اس ملک کی پالیسی وضع کی جائے گی۔ بانی پاکستان نے اپنی تقاریر میں پاکستان کو اسلام کا قلعہ کہا تھا اور اسے اسلام کی ایسی تجربہ گاہ قرار دیا تھا کہ جس میں اسلامی اصول آج بھی اتنے ہی قابل عمل ہیں جتنے تیرہ سو سال قبل تھے۔

لیکن قیام پاکستان کے بعد بدقسمتی سے تمام قوانین جو انگریزی استعمار کے دور میں نافذ تھے، جوں کے توں جاری رہے تاہم بعض جید علمائے کرام اور صاحب بصیرت مدبرین کی طرف سے قرارداد مقاصد پیش کی گئی جو ۹ مارچ ۱۹۴۹ میں وزیراعظم لیاقت علی خان کی تحریک پر منظور کی لی گئی۔

یہ قرارداد آج تک ایک متفق علیہ قانونی اور دستوری دستاویز کے طور پر پاکستان کے ہر دستور میں شامل رہی ہے۔ اس قرارداد میں سب سے پہلے دستوری زبان میں اس حقیقت کا اعلان کیا گیا کہ پوری کائنات پر حاکمیت اعلیٰ صرف اللہ تعالیٰ کی ہے۔

یہ قرارداد اسلامی اصولوں اور جمہوری نظام کی آئینہ دار ہے۔ اس میں آزادی، مساوات، رواداری، جمہوریت اور سماجی و معاشرتی کو اسلامی تعلیمات کی روشنی میں نافذ کرنے اور نفاذ شریعت کے تقاضے پورا کرنے کا عہد کیا گیا ہے۔

اپنی اس اہمیت کے پیش نظر پاکستان کے تینوں دستاویز میں اسے بنیادی حیثیت دی گئی۔ ۱۹۸۵ء میں ایک ترمیم کے ذریعے قرارداد مقاصد کو آئین کا حصہ بنا دیا گیا ہے۔

جنوری ۱۹۵۱ء میں مختلف مسالک کے ۳۳ مشہور علمائے کرام نے بائیس نکات فارمولا پیش کیا۔اس فارمولے میں اسلامی قوانین بیان کے گئے تھے۔

پاکستان کی آئینی تاریخ میں تین دساتیر کا ذکر ملتا ہے۔ پہلا آئین ۱۹۵۶ میں چوہدری محمد علی بوگرہ کے دور وزارت میں نافذ کیا گیا۔دوسرا دستور صدر ایوب خان نے ۱۹۶۲ میں نافذ کیا اور تیسرا دستور ۱۹۷۳ء میں قومی اسمبلی نے متفقہ طور پر منظور کیا۔ان تینوں دساتیر میں بہت سی اسلامی دفعات اور شقیں شامل کی گئی۔

۵ جولائی ۱۹۷۷ کو ملک میں مارشل لاء نافذ کر دیا گیا اور جنرل ضیاء الحق کی قیادت میں فوج نے اقتدار سنبھال لیا۔اس فوجی حکومت کے پہلے اعلامیہ میں وعدہ کیا گیا کہ ملک میں جلد از جلد اسلامی قوانین کا نفاذ کیا جائے گا۔جولائی ۱۹۷۷ کے بعد سے اب تک اسلامی نظام کے نفاذ کے سلسلے میں بہت اقدامات کیے گئے لیکن یہ تمام اقدامات محض زبانی کلامی تھے اس مملکت میں اسلامی نظام کا نفاذ نہ ہوسکا۔نفاذ شریعت میں حائل رکاوٹیں کیا ہیں؟ جن کی وجہ سے یہاں اسلامی نظام نافذ نہ ہوا آئندہ صفحات میں ہم ان رکاوٹوں کا تذکرہ کریں گے۔

① استعماری سازشیں اور غیر ملکی دباؤ:

نفاذ شریعت میں سب سے بڑی اور اہم رکاوٹ استعماری سازشیں ہیں۔جب بھی پاکستاب میں نفاذ شریعت کی بات ہوتی ہے تو غیر ملکی دباؤ بڑھ جاتا ہے۔غیر مسلم طاقتیں کبھی بھی یہ برداشت نہیں کریں گی کہ پاکستان میں اسلام کا نفاذ ہو، پاکستان میں اسلامی قوانین کے نفاذ کے سلسلے میں غیر ملکی طاقتوں کے دباؤ کا اندازہ اس واقعہ سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو کے دور حکومت میں جب پارلیمنٹ نے قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا تھا اس وقت اسمبلی میں یہ بھی طے پایا تھا کہ:

شناختی کارڈ میں یہ لکھا جائے گا کہ کارڈ ہولڈر مسلم ہے یا غیر مسلم اور اگر غیر مسلم ہے تو عیسائی ہے، ہندو ہے یا قادیانی ہے۔لیکن بہت سی غیر ملکی طاقتوں نے اس کی مخالفت کی اور اب تک اس فیصلے پر عمل

درآمد نہیں ہوسکا۔اس کے علاوہ توہین رسالت کا قانون ہو یا کوئی اور اسلامی قانون ہو اس میں ہمیشہ رکاوٹیں پیدا کی گئیں، غیر ملکی این جی اوز پاکستان میں اس کی مخالفت میں پیش پیش ہوتی ہیں۔

② جدید میڈیا کا منفی کردار:

نفاذ شریعت کے درمیان جدید میڈیا بھی ایک اہم رکاوٹ ہے۔میڈیا پر مکمل یورپ کا کنٹرول ہے۔اس جدید میڈیا کے ذریعہ امریکہ ومغرب اسلام کو بدنام کررہا ہے۔اسلام اور مسلمانوں کو دہشت گرد کے روپ میں پیش کیا جارہا ہے۔اب دنیا گلوبل ویلج بن چکی ہے۔مسلم ممالک میں بالعموم اور پاکستان میں بالخصوص جو واقعہ رونما ہوتا ہے۔الیکٹرونک میڈیا متحرک ہوجاتا ہے۔بریکنگ نیوز پر تبصرے کا طویل سلسلہ شروع ہوجاتا ہے۔مغرب نواز اینک پرسن مرچ مصالحہ لگا کر اسلام اور مسلمانوں کو بدنام کررہے ہوتے ہیں۔علاوہ ازیں روشن خیالی کے نام پر مسلم ممالک میں مغربی تہذیب وتمدن کو متعارف کرانے میں ہمارا میڈیا دن رات ایک کیے ہوئے ہے۔میڈیا کے اس منفی پروپیگنڈا کی وجہ سے یہاں اسلام کے بارے لوگوں کے ذہن تبدیل کیے جارہے ہیں۔

③ مسلک پرستی کی ترویج:

ہمارے ملک پاکستان میں نفاذِ شریعت میں حائل رکاوٹوں میں سے ایک رکاوٹ مسالک پرستی بھی ہے۔مختلف مسالک کے علمائے کرام اپنے مسلک کی ترویج کے لیے پیش پیش ہیں لیکن قرآن وسنت کی سچی تعلیمات کے نفاذ میں پس وپیش کرتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔حالانکہ قرآن وسنت پر اتفاق ہوسکتا ہے۔اللہ تعالیٰ نے بھی قرآن وسنت کے تمسک کا حکم دیا ہے اور تفرقہ بازی سے منع فرمایا ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا سورۃ آل عمران:۱۰۳۔

''تم سب مل کر اللہ کی رسی (کتاب اللہ) کو مضبوطی سے تھام لو اور تفرقہ میں نہ پڑو''۔

تفرقہ بازی، مسلک پرستی اور تشدد نفاذ اسلام کے درمیان حائل ہیں۔

④ دینی سیاسی جماعتیں:

پاکستان میں مذہبی، دینی طبقات کی آویزش اور مذہبی سیاست کا موجودہ انداز بھی نفاذ اسلام کے راستے میں ایک بڑی رکاوٹ ہے۔ ہمارے ملک میں مذہبی فرقوں کی بنیاد پر سیاسی پارٹیاں سرگرم عمل ہیں اس سے ملک میں فرقہ وارانہ تنازعات بڑھ رہے ہیں۔لوگ اپنے مسلک سے وابستہ دینی سیاستی جماعتوں کو ووٹ کاسٹ کرتے ہیں اوران میں تعصب کی انتہا ہوتی ہے۔اس عمل سے اسلام کے عمومی مقاصد طاق نسیان بن گئے ہیں۔جب تک پاکستان میں مذہب کے نام پر فرقہ وارانہ سیاست ہوتی رہے گی اس وقت تک نفاذ اسلام کے لیے کوئی بڑی اور مثبت پیش قدمی نہیں ہوسکتی۔

⑤ عوام کا غافلانہ کردار:

پاکستان کی عوام میں اب وہ جوش وجذبہ کی کیفیت نہیں رہی جو قیام پاکستان کے وقت ہمارے بزرگوں کی تھی۔عوام خود بھی اب نفاذ شریعت کے درمیان حائل ہے۔عوام میں کتنے فیصد ایسے لوگ ہیں جو اسلام سے سچی محبت کرتے ہیں؟عوام اپنے بچوں کو قرآن وسنت کی تعلیمات کے بجائے مہنگے انگلش میڈیم سکولوں میں تعلیم دلوارہے ہیں اور ایسے سکولوں میں ان کے بچے پڑھ رہے ہیں جو مغربی تہذیب وتمدن کے داعی ہیں اور اسلام کے خیر خواہ نہیں۔بس اسلام کی تعلیمات سے دوری کی وجہ سے ان کے اندر وہ جذبہ وشعور اجاگر نہیں ہو پارہا جو انہیں نفاذ شریعت کی طرف متوجہ کرائے۔ہم کہتے ہیں جو اپنے ذاتی مفاد پر زد پڑنے کے وقت اسلام وشریعت سے پہلوتہی نہیں کرتے؟ایسے لوگ کتنے ہیں جو حدوداللہ کے نفاذ کے حق میں ہیں؟ایسے لوگ کتنے ہیں جو کتاب وسنت کے مطابق جینے کو تیار ہیں؟ان سوالات کے جواب میں ہمیں چند لوگ ہی نظر آئیں گے جو کتاب وسنت کے عین مطابق زندگی گزارنے کو تیار ہوں گے جب تک عوام اپنے اندر قرآن وسنت کی سچی محبت پیدا نہیں کرتی اور نفاذ شریعت کے لیے تیار نہیں۔اس وقت تک اس مملکت میں نفاذ اسلام ناممکن ہے۔

⑥ ملک کے بااثر وصاحب ثروت طبقات:

نفاذ شریعت کے راستے میں ایک بڑی رکاوٹ ہمارے ملک کے بااثر اوراشرافیہ طبقات ہیں، جو اپنے طبقاتی مفادات کی خاطر نفاذ اسلام نہیں چاہتے۔ ہمارے ملک کے کرپٹ سیاست دان،

جاگیرداراور بیوروکریٹ لوگ اپنی زندگی کو اسلام کے مطابق گزارنے کے لیے تیار نہیں۔انہیں اسلامی تعلیمات سے نفرت سی ہے۔ہمارے بعض سیاست دان حدود اللہ کو کالے قانون کہتے ہیں اوران قوانین کو فرسودہ سمجھ کر انہیں اہمیت نہیں دیتے، کیونکہ اگر کتاب وسنت کے قانون کو نافذ کر دیا جاتا ہے تو اس سے ان کے مفادات کو بڑا دھچکا لگے گا۔بینکنگ اور ٹیکسوں کے نظام میں درجنوں بار اصلاحات تجویز ہوئیں لیکن وہ نافذ نہیں ہونے دی گئیں، کیونکہ اس سے کئی بار بااثر طبقات کے مفادات پر زد پڑتی تھی،تو جب تک ہمارے بااثر طبقات اپنا قبلہ درست نہیں کر لیتے اس وقت تک یہاں نفاذ اسلام ناممکن نظر آتا ہے۔

⑦ نظام تعلیم میں عدم یکسانیت:

نظام تعلیم میں عدم یکسانت بھی نفاذ شریعت میں ایک اہم رکاوٹ ہے۔پاکستان کا نظام تعلیم طبقاتی سطح منقسم ہے۔بڑے بڑے انگلش میڈیم سکولوں کے نظام آکسفورڈ اور کیمبرج سے آمد کردہ ہیں،تو جن سکولوں میں ایسا نظام تعلیم ہو وہ طلبہ کے آندر کس طرح اسلام کے نفاذ کے لیے جذبہ پیدا کر سکتے ہیں۔جن سرکاری سکولوں میں تعلیم جاری ہے ان میں بھی اسلامی تعلیم برائے نام کی ہے،جس کی وجہ طلبہ کے اندر دینی شعور صحیح طور پر اجاگر نہیں ہو پا رہا۔آج ہمارے طلبہ ذھنی ،فکری اور اخلاقی طور پر ہماری نسل جدید بربادی کے دھانہ پر ہے۔جب طلبہ کے اندر دینی شوق وجذبہ نہیں رہا تو وہ کس طرح اسلام کے نفاذ کی کوشش کریں گے وہ تو اس جماعت کو ہی پسند کریں گے جو اس ملک کے اندران کی خواہشات کی تکمیل کرئے گی۔

⑧ اساتذہ کی عدم دلچسپی:

اساتذہ کرام ملک کا ایک بہترین سرمایہ ہوتے ہیں۔وہ قوم کو سنوارنے میں اہم کردار ادا کرتے ہیں،قوم کے،معاشرے کے نظام کو بدلنے میں ان کا اہم رول ہوتا ہے۔جب اساتذہ کرام میں جذبات ماند پڑ جائیں تو پھر قومیں برباد ہو جاتی ہیں۔ہمارے ہاں آج اساتذہ کی عدم دلچسپی بھی نفاذ اسلام میں ایک رکاوٹ ہے۔اساتذہ صحیح طور پر نفاذ شریعت کے بارے دلچسپی نہیں لے رہے۔بچوں

کی ذہنی وفکری ارتقاء میں اساتذہ کرام کی کوشش نہ ہونے کے برابر ہے۔ ہمارے نصاب تعلیم میں نفاذ اسلام کے بارے بالکل راہنمائی نہیں ہے۔ اساتذہ کرام بھی اس طرف توجہ نہیں دے رہے۔ جب اساتذہ میں نفاذ اسلام کا جذبہ صادق نہیں تو وہ اپنے طلبہ میں یہ فکر کس طرح پیدا کر پائیں گے؟

⑨ ارباب حل وعقد میں قوت فیصلہ وقوت نافذہ کی کمی:

ارض پاکستان میں نفاذ شریعت میں ایک بڑی رکاوٹ ارباب حکومت کی سستی وکاہلی ہے۔ حکومتی سطح پر قوت فیصلہ اور قوت نافذہ کی کمی ہے۔ ارض پاکستان میں تین دساتیر ہیں جن میں اسلامی دفعات کو نمایاں طور پر جگہ دی گئی لیکن ان کا نفاذ نہ ہوسکا۔

کرسی صدارت پر براجمان ایک جنرل صاحب کے دور میں نفاذ شریعت کے بڑے چرچے تھے ایسے لگتا تھا کہ ابھی کے ابھی اس ملک میں اسلام نافذ ہوجائے گا لیکن بدقسمتی سے جنرل صاحب بھی وقت پاس کرتے رہے اور وہ اپنے دور میں اس خواب کو پورا نہ کرسکے۔ دراصل نفاذ اسلام سے ان کے مفادات پر زد پڑنے کا اندیشہ ہے، اس سے کئی بڑے بڑے برج گریں گے۔ بڑے بڑے مگرمچھ قابو آئیں گے اس وجہ سے حکومت خود بھی نفاذ اسلام میں سنجیدہ نہیں ہے۔

اب تک یہ ہوتا رہا ہے کہ ایک طبقے نے دباؤ ڈالا تو حکومت نے کوئی چھوٹا سا اسلامی قانون نافذ کردیا لیکن اگلے مرحلے میں جب کسی وڈیرے جاگیردار اور سیاست دان نے مجبور کیا تو حکومت نے اپنا فیصلہ فوراً بدل ڈالا، اس کی کئی مثالیں موجود ہیں:

ہمارے حکمران جب کرسی صدارت پر براجمان ہوتے ہیں تو پھر وہ قرآن وسنت کی تعلیمات اور پاکستان کے آئین میں درج اسلامی دفعات کو بھول جاتے ہیں۔ اسلامی قوانین کے نفاذ میں وہ سنجیدہ نہیں ہوتے، ان کی اس سستی وکاہلی اور مدافعت آمیزی کی وجہ سے ملک کے اندر انتشار وخلفشار کی کیفیت طاری ہوتی ہے۔ حدود اللہ کا نفاذ نہ ہونے سے ملک میں بدامنی، چوری، ڈکیتی، قتل وغارت، دست درازی، عصمت دری، بدکاری وفحش کاری اور دھشت گردی سرعام ہوتی ہے۔ بدمعاشوں، قاتلوں، چوروں، ڈکیتوں، بدکاروں اردہشت گردوں کو کوئی لگام دینے والا نہیں ہوتا جس سے

معاشرے میں فساد ریزی برپا رہتی ہے اور نظام زندگی مفلوج ہوتا جاتا ہے، دوسری طرف مذہبی جذبات رکھنے والے لوگ حکومت کے ایکشن نہ لینے کی وجہ سے قانون کو اپنے ہاتھ میں لیتے ہیں اور خود حدود اللہ کا نفاذ کر رہے ہوتے ہیں حالانکہ یہ ذمہ داری حکومت واسٹیٹ کی ہے۔

ہمارے حکمران حدود اللہ کے نفاذ سے خائف ہیں کہ کہیں ہمیں مغربی دقیانوس، انتہا پرست اور متشدد نہ کہہ دیں، اور کہیں ہم پر معاشی پابندیاں نہ لگ جائیں۔ یہ سارا طرز عمل بزدلانہ ہے۔ ارے! جس ملک کے آئین کا حلف اٹھایا ہے اس کی پاسداری کیوں نہیں کرتے ہو؟ دراصل ہمارے حکمران قوت فیصلہ اور قوت نافذہ سے محروم ہیں، جو کسی کی ڈکٹیشن پر چلتا ہو وہ آئین پاکستان کیا وہ تو قرآن وسنت کے قوانین پر چلنے کے لیے تیار نہیں ہوگا۔ اس بات کی شہادت اور دلائل موجود ہیں، بس اشارہ کرنا مقصود تھا۔

نتائج بحث:

گزشتہ بحث میں ہم نے ان اہم رکاوٹوں کا ذکر کیا ہے جو پاکستان میں نفاذ شریعت کے درمیان حائل ہیں۔ اب نتیجہ بحث میں ان رکاوٹوں کے حل کے لیے تجاویز وسفارشات کا ذکر کر رہے ہیں:

1۔ استعماری سازشوں کو سمجھنا ہوگا اور غیر ملکی دباؤ کو خاطر میں نہ لا کر اسلامی قوانین کو نافذ کرنا چاہیے، ہمارے حکمرانوں کو صرف اللہ تعالیٰ سے ڈرنا چاہیے جو اقتدار اعلیٰ کا اصل سرچشمہ ہے۔ جو ہمارے دین اور اسلامی شعار اسلام کا مذاق اڑاتے ہیں اور ان قوانین کو قادیانیت قرار دے کر نافذ نہ کرنے کا حکم دیتے ہیں ان سے محبت وموالات حرام ہے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الَّذِينَ اتَّخَذُوا دِينَكُمْ هُزُوًا وَلَعِبًا مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَالْكُفَّارَ أَوْلِيَاءَ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ (المائدہ:۵۷)

''اے ایمان والو! تم ان لوگوں کو دوست نہ بناؤ جو تمہارے دین کو ہنسی کھیل بنائے ہوئے ہیں خواہ وہ ان میں سے ہوں جو تم سے قبل کتاب دیئے گئے یا کفار ہوں اگر تم مومن ہو تو اللہ

سے ڈرتے رہو"۔

قرآن مقدس ایک محافظ امین اور حاکم کتاب ہے اس کے مطابق فیصلے کرنے کا اللہ نے حکم دیا ہے اور لوگوں کی خواہشات اور اراء کے مطابق فیصلے کرنا واضح گمراہی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتَابِ وَمُهَيْمِنًا عَلَيْهِ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَهُمْ عَمَّا جَاءَكَ مِنَ الْحَقِّ (المائدۃ:٤٨)

"اور ہم نے آپ کی طرف حق کے ساتھ یہ کتاب نازل فرمائی ہے جو اپنے سے پہلی کتابوں کی تصدیق کرنے والی ہے اور ان کی محافظ ہے، اس لیے آپ ان کے آپس کے معاملات میں اسی اللہ تعالیٰ کی اتاری ہوئی کتاب کے ساتھ فیصلہ کریں جو حق تیرے پاس آچکا ہے اس سے ہٹ کر ان کی خواہشات کی پیروی مت کیجئے"۔

تو ان آیات کریمہ کے پیش نظر ہمارے حکمرانوں کو مغربی دباؤ کے نیچے نہیں آنا چاہیے اور یہود ونصاریٰ کی خواہشات کی پیروی نہیں کرنی چاہیے بلکہ وہ کتاب وسنت کے فیصلوں کو اپنے ملک میں نافذ کریں اور کسی بھی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہ ڈریں۔

2۔ میڈیا جو دن رات ایک کر کے ارض پاکستان میں مغربی کلچر، ہندوانہ رسوم ورواج، بے راہ روی اور بے حیائی کو عام کر رہا ہے اسے کنٹرول کرنا حکومت کی ذمہ داری ہے۔ آزادی رائے کے نام پر پاکستان میں کسی کی ثقافت وتہذیب کو مسلط کرنا کونسی عقلمندی ہے، پھر میڈیا پر اسلامی قوانین کو غلط انداز میں اچھالنا اور فرد واحد کے واقعہ کو اسلام کی طرف منسوب کر کے تشہیر کرنا انتہائی غلط روش ہے۔ حکومت وقت میڈیا میں ایسے چینلوں پر کڑی نظر رکھے بلکہ میڈیا کے ذریعے قرآن وسنت کے اچھے اچھے پروگرام نشر کرائے اور اسلامی قوانین کی برکات کو عام کیا جائے۔

3۔ مسلک پرستی کی حوصلہ شکنی کی جائے۔ علمائے کرام اپنے اپنے مسالک کی ترویج کے بجائے کتاب وسنت کی سچی تعلیمات کی نشر واشاعت میں اپنی قوتیں صرف کریں۔ علمائے کرام اور ارباب عقل ودانش کا بنیادی کردار اسلامی معاشرے میں ایک مزکی ومعلم خیر کا ہونا چاہیے۔ حکومت کو چاہیے تمام

مسالک کو قرآن وسنت کے ایک پلیٹ فارم پر جمع کرے اس سے تنازعات ختم ہوں اور اس کے فرمان پر عمل ہوگا۔

4۔حکومت کی دینی و مذہبی سیاسی جماعتوں میں ہم آہنگی کا ہونا ضروری ہے تاکہ وہ ملک وملت اور اسلام کے مشترکہ اہداف کے بارے یکساں نقطۂ نظر رکھتے ہوں، ان کے اندر محاذ آرائی کی سیاست نہ ہو، وہ اسلام کے نفاذ میں یک زبان اور یک جان ہونے چاہئیں۔

5۔عوام کو خوابِ غفلت سے بیدار ہونا چاہیے، جس مقصد کے حصول کے لیے پاکستان معرض وجود میں آیا ہے اس مقصد کو کبھی بھی بھولنا نہیں چاہیے، عوام کو اپنے آباؤ اجداد کی قربانیاں فراموش نہیں کرنی چاہئیں کہ قیام پاکستان کے لیے پاکستان آئے تھے کہ یہاں اسلام کا نفاذ ہوگا، اس لیے عوام کو نفاذ اسلام میں دلچسپی رکھنی چاہیے اور اپنی اولاد کو قرآن وسنت کی تعلیمات سے آراستہ کرنے میں ایک سچے مسلمان کا کردار ادا کرنا چاہیے۔

6۔طبقاتی نظام کا استعمال ضروری ہے، اشرافیہ نظام اسلام میں حائل ہے۔ بڑے بڑے سیاست دان، جاگیردار بیوروکریٹ نفاذ اسلام نہیں چاہتے۔ اسلامی معاشرے میں یہ تقسیم انتہائی غلط ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں تمام برابر ہیں، معیار صرف تقویٰ ہے۔

حدود اللہ کے نفاذ میں اشرافیہ کا حائل ہونا ہلاکت کا باعث ہے اور رسول اللہ ﷺ نے یہ ناپسند کیا ہے۔ ایک مرتبہ بنومخزوم قبیلے کی ایک عورت نے چوری کرلی اس وجہ سے وہ بڑے پریشان ہوئے ،انہوں نے اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو سفارش کے لیے تیار کیا، اسامہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے بات کی تو اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے اسامہ! تو حدود اللہ میں سفارش کر رہا ہے؟ پھر آپ ﷺ نے کھڑے ہوکر خطبہ دیا اور فرمایا: اے لوگو! تم سے پہلے لوگ اس لیے گمراہ ہوگئے کہ اگر ان میں کوئی بڑا، امیر کبیر چوری کرتا تو اسے چھوڑ دیتے تھے اور جب کمزور اور بے کس چوری کرتا تو اس پر حد قائم کرتے تھے، پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

وَايْمُ اللَّهِ لَوْ أَنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ مُحَمَّدٍ سَرَقَتْ لَقَطَعْتُ يَدَهَا

البخاری، احادیث الأنبیاء، باب حدیث الغار (۳۴۷۵)

''اللہ کی قسم! اگر فاطمہ بنت محمد بھی چوری کرلے تو محمد ﷺ اس کے بھی ہاتھ کاٹ دے''۔

اس حدیث سے رسول اللہ ﷺ کا عدل انصاف جہاں ظاہر ہورہا ہے وہاں طبقاتی نظام کا استیصال بھی ہورہا ہے، بعینہ آج ہمارے معاشرے کی ایسی ہی کیفیت ہے، ہمارے ہاں اگر کوئی سیاست دان کا بیٹا کسی غریب کو قتل کردے تو اسے حکومت پکڑتی نہیں، اس سے قصاص لینا بہت مشکل ہوتا ہے۔ تو جب تک ملک کے صاحب ثروت لوگ صحیح نہیں ہوتے اس وقت تک نفاذ اسلام یہاں ناممکن ہے۔

7۔ نظام تعلیم میں یکسانیت ضروری ہے، اور نصاب تعلیم میں قرآن وسنت کا وافر حصہ داخل کرنا چاہیے۔ پاکستان میں جو تعلیم سکولوں میں دی جارہی ہے اس میں یکسانیت نہ ہونے کی وجہ سے طلبہ میں اسلامی جذبات مانند ہیں، بعض پرائیویٹ انگلش میڈیم سکولوں میں آکسفورڈ اور کیمبرج کا نصاب موجود ہے جس سے ایسی نسل تیار ہورہی ہے جو نفاذ اسلام کے حق میں نہیں۔ لہٰذا حکومت کو ایسے نصاب پر پابندی عائد کرنا ہوگی۔

8۔ اساتذہ کرام کو اپنے منصب کا خیال رکھنا چاہیے اور انہیں طلبہ میں اسلامی تعلیمات اور اخلاقی اقدار اجاگر کرنے اہم کردار ادا کرنا چاہیے۔

علاوہ ازیں اساتذہ کرام نفاذ اسلام کے بارے میں طلبہ کا ذہن واش کریں اور انہیں نفاذ شریعت کے فوائد سے آگاہ کریں۔ نفاذ اسلام کے طلبہ کی ذہن سازی کرنے کے خاطر خواہ ثمرات سامنے آئیں گے۔

9۔ نفاذ اسلام کے بارے حکمرانوں کو سنجیدہ ہونا ہوگا۔ انہیں اپنے اندر قوت فیصلہ اور قوت نافذہ پیدا کرنا ضروری ہے۔ نفاذ اسلام اسلامی حکومت کے بنیادی اہداف اور اغراض میں شامل ہونا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ نے اسلامی حکومت کے بنیادی اہداف بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے:

الَّذِينَ إِنْ مَكَّنَّاهُمْ فِي الْأَرْضِ أَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ وَأَمَرُوا بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ وَلِلَّهِ عَاقِبَةُ الْأُمُورِ (الحج:٤١)

''وہ لوگ جنہیں ہم زمین میں طاقت وقدرت عطا کریں تو یہ نماز'' بقیہ صفحہ: 28

یمن کی کشیدگی اور پاکستانی قیادت کی ذمہ داری

مولانا عثمان اسماعیل سلفی

قیامِ پاکستان کے ساتھ ہی تقسیم کے نتیجے میں پاکستان کو چھ (۶) رجمنٹس ملیں۔ چنانچہ ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو ہی پاک آرمی کی بنیاد رکھی گئی، ایک ایسی فوج کہ جس کا ماٹو ایمان، تقوی، اور جہاد فی سبیل اللہ تھا اور نظریہ اس قدر واضح کہ جو اسلامی اقدار کے عین مطابق یعنی پیروی صرف ایک اللہ کی اور اس کی راہ میں جہاد کرتے ہوئے کسی اور کا ڈر نہیں آنے دینا۔

۶ رجمنٹس کی بنیاد پر وجود میں آنیوالی یہ آرمی آج تعداد کے لحاظ سے دنیا کی ۷ ویں بڑی آرمی ہے جسکی ٹوٹل تعداد آج گیارہ لاکھ بیالیس ہزار (۱۱۴۲۰۰۰) کے لگ بھگ ہے۔ اتنی بڑی آرمی رکھنے کی ضرورت صرف ملکی دفاع ہی نہیں بلکہ اس کا ایک اور مقصد بھی ہے۔ قیام پاکستان سے قریبا اڑھائی ماہ بعد بانی پاکستان ''محمد علی جناح'' نے ۳۰ اکتوبر ۱۹۴۷ء کو اہل لاہور سے خطاب کرتے ہوئے اس مقصد کو بیان کیا۔ بانی پاکستان نے فرمایا:

> ''میں آپ سے صرف یہ کہنا چاہتا ہوں کہ ہم میں سے ہر شخص، جس تک بھی میرا پیغام پہنچے، نہ صرف پاکستان کے لیے اپنا سب کچھ قربان کرنے کا عہد کرے بلکہ اس عزم کا اظہار بھی کرے کہ ہمیں پاکستان کو اسلام کا قلعہ بنانا ہے اور ایسی قوموں کی صف میں کھڑا کرنا ہے کہ جن کا مقصد ملک کے اندر ہی نہیں بلکہ ہر جگہ امن ہو''

جی ہاں قارئین! ملک کے اندر ہی نہیں بلکہ ہر جگہ امن، یہی وجہ ہے کہ بانی پاکستان ''محمد علی جناح'' نے ۲۴ اکتوبر ۱۹۴۸ء کو اس مشن کی بنیاد رکھی کہ جس کے تحت آج تک ہماری فوج کے شیر دل جوان دنیا کے کئی خطوں میں امن قائم کرنے میں اپنا لوہا منوا چکے ہیں اور اپنی جرأت وہمت کی وہ دھاک بٹھا چکے ہیں کہ جس کا اعتراف اپنوں کے علاوہ بیگانوں کو بھی ہے۔

یوں تو مجموعی طور پر پاکستان آرمی دنیا کے مختلف ۲۳ ممالک میں ۴۱ مرتبہ امن مشن سرانجام دے چکی ہے اور آج بھی یونائیٹڈ نیشن کے زیر انتظام امن مشن سرانجام دینے اور اپنی عظمت و جرأت منوانے والے ہمارے جوانوں کی اب تک تعداد ایک لاکھ بیالیس ہزار سات سو (۱۴۲۷۰۰) کے قریب ہے۔ان میں سے کچھ مشکل محاذوں کی تفصیل یوں ہے:

(۱).....۱۹۶۰ء میں پاکستان آرمی کے ۶۹۴ جوان کانگو میں امن مشن پر روانہ ہوئے اور ۱۹۶۴ء تک کانگو امن مشن سرانجام دیا۔

(۲).....۱۹۶۲ء سے ۱۹۶۳ء تک پاک آرمی کے جوانوں نے بنوجنیوا میں امن مشن کے فرائض سر انجام دیے۔

(۳).....۱۹۶۳ء سے ۱۹۶۴ء تک پاک آرمی کے جوانوں نے یمن میں امن مشن کے فرائض سرانجام دیے،اس کا نام ''یمن آبزرویشن مشن'' تھا۔

(۴).....۱۹۸۹ء تا ۱۹۹۰ء پاکستان آرمی کے جوانوں نے Namibia میں امن مشن کے فرائض سر انجام دیے۔

(۵).....۱۹۹۲ء تا ۱۹۹۳ کمبوڈیا میں اور ۱۹۹۲ء سے ہی ۱۹۹۵ء پاکستان آرمی کے جوانوں نے صومالیہ میں امن مشن کے فرائض سرانجام دیے۔

(۶).....۱۹۹۳ء تا ۱۹۹۶ء پاکستان اارمی کے جوانوں نے امریکی ریاست ''ہیٹی'' کے اندر امن مشن میں بڑا اہم کردار ادکیا۔

(۷).....۱۹۹۹ء میں سیکنڈ کانگو وار میں ۳۵۵۶ پاکستان آرمی کے جوان بھیجے گئے۔

(۸).....۲۰۰۳ء میں لائبیریا میں ۲۷۴۱ جوانوں پر مشتمل ایک امن فوج کا دستہ بھیجا گیا۔

(۹).....۲۰۰۴ء میں برونڈی میں ۱۱۸۵ جوانوں کو امن مشن کیلئے بھیجا گیا۔

(۱۰).....۲۰۰۴ء ہی میں یونائیٹڈ نیشن کے دستوں میں شامل پاک آرمی کے جوانوں میں سے ۱۱۴۵ جوانوں کو یونائیٹڈ نیشن نے بھی برونڈی بھیجا۔

(۱۱).....اسی طرح ۲۰۰۵ء مین سوڈان میں بھی پاک آرمی کے ۱۵۴۲ جوانوں نے امن مشن کے

فرائض سرانجام دیے۔

یوں تو ان سب میں ہر ایک محاذ پاک فوج کی عظمت و جرأت کا آئینہ دار ہے مگر ہر ایک کی تفصیل یہاں بیان کرنا ممکن نہیں مگر ۲ محاذوں کا ذکر خصوصا کرنا چاہتا ہوں۔ ۱۹۹۳ء میں جنگ موگا دیشو میں جب امریکی آرمی چاروں طرف سے گھیرے میں آ گئی تو پاک فوج کے جوانوں نے نہ صرف وہاں مشن سرانجام دیا بلکہ پاک آرمی کے جوانوں کی ہی مرہونِ منت امریکی بحفاظت وہاں سے نکلنے میں کامیاب ہوئے۔ یہی وجہ ہے کہ اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل کوفی عنان نے پاک آرمی کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے کہا تھا:

''پاک فوج کے سولجرز نے عالمی امن اور اقوام متحدہ کے لیے بیش بہا قربانیاں دی ہیں میں اس ریکارڈ کو جو عالمی طور پر تقلید کے قابل ہے سلیوٹ کرتا ہوں''۔

اسی طرح امریکی ریاست ''ہیٹی'' میں بغاوت کھڑی ہوئی تو اس بغاوت کو کچلنے کے لیے قریبا ۵ مرتبہ اقوام متحدہ کی فوج نے کوشش کی مگر ہر بار ناکامی ہوئی چنانچہ پاک آرمی سے کہا گیا تو پاک آرمی کے جوانوں نے ۱۹۹۳ء سے ۱۹۹۶ء تک ہیٹی میں امن مشن کے فرائض سرانجام دیے اس مشن میں ۲ جوانوں اور ایک افسر نے شہادت پائی اسی کامیاب مشن کے مکمل ہونے پر ہیٹی کے سیکرٹری جنرل لکھدار براہمی نے پاک آرمی کو یوں خراج تحسین پیش کیا:

''میں آپ کی جرأت و ہمت کو سلام پیش کرتا ہوں کہ آپ نے دنیا کے مشکل ترین محاذ پر ایک تاریخ رقم کی ہے''

مگر سوال یہ ہے کہ اگر ان تمام مشکل ترین محاذوں پر ہماری فوج کے جوان کردار ادا کر سکتے ہیں تو سعودی عرب میں کیوں نہیں! اور مزید یہ کہ ۱۹۸۰ء میں زمبابوے کے صدر ''رابرٹ مغابے'' نے اپنے ملک میں باغیوں کے خطرے کو محسوس کرتے ہوئے پاکستان آرمی سے درخواست کی کہ مجھے تحفظ فراہم کیا جائے جس کے نتیجے میں جولائی ۱۹۸۳ء تا جنوری ۱۹۸۶ء پاک آرمی کے جوان افریقہ میں مقیم رہے، بلکہ ائیر وائس مارشل ''اعظم داؤد'' بھی وہیں مقیم رہے۔ آج بھی یہی صورتحال ہے کہ سعودی عرب نے بھی اپنے تحفظ کے لیے ہم سے درخواست کی مگر نہ جانے کس بنیاد پر اراکین

پارلیمنٹ نے ایوان کو مچھلی منڈی بنائے رکھا۔ ان سیاسی پارٹیوں کے نمائندگان کی تقاریر سن کر اقبال کے یہ اشعار بے ساختہ زبان پر آ رہے تھے:

بت صنم خانے میں کہتے ہیں کہ مسلمان گئے ہے خوشی انکو کہ کعبے کے نگہبان گئے

خندہ زن کفر ہے احساس تجھے ہے کہ نہیں؟ اپنی توحید کا کچھ پاس تجھے ہے کہ نہیں؟

مگر قارئین کرام! ذرا ٹھہریے کیا واقعی کوئی قیامت ٹوٹ پڑتی کہ اگر ہم سعودی عرب اپنی فوج بھیجنے کا اعلان کر دیتے، ہرگز نہیں۔ اس مفروضے کو سمجھنے کے لیے ذرا پاک عرب تعلقات پر مختصراً نظر ڈال لیں:

۱۹۷۰ء کی دھائی میں عرب ممالک میں تیل کے ذخائر کثرت سے دریافت ہوئے، چنانچہ اس وقت کے پاکستانی وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو نے عرب ممالک کو دفاعی استحکام کی مضبوطی کی طرف توجہ دلائی جس کا فوری اور مثبت ردعمل سعودی عرب، متحدہ عرب امارات، بحرین، اردن، عراق، اور شام وغیرہ نے دیا اور ان ممالک نے فوراً پاکستان سے اپنے جوانوں کی ٹریننگ کے لیے پاک آرمی کے جوان مانگے چنانچہ پاکستان کا پہلا فوجی معاہدہ ان عرب ریاستوں سے ۱۹۷۰ء میں ہوا۔ اس معاہدے میں ۸ عرب ریاستیں: سعودی عرب، لیبیا، اردن، عراق، عمان، شام، کویت اور متحدہ عرب امارات شامل تھیں۔ اگرچہ ان ممالک میں سے بعض عرب ممالک سے پاکستان کے دفاعی تعلقات اس سے پہلے بھی تھے لیکن اس معاہدے کے بعد پاکستان نے اپنی ۴۰ سے ۵۰ ہزار آرمی ٹریننگ اور دیگر دفاعی امور کے لیے ان ممالک کو مہیا کی جس میں سے ۲۰ ہزار جوانوں کو صرف سعودی عرب بھیجا گیا۔

پاک عرب تعلقات صرف یہیں تک محیط نہیں بلکہ ان کی نوعیت کو سمجھانے کے لیے میں ان ۸ ممالک میں سے ابھی صرف ۴ ممالک پر مختصر احقیقت پیش کرنا چاہوں گا۔

(۱) کویت: پاکستان آرمی کے دفاعی تعلقات کویت سے ۱۹۶۰ء کے ہیں۔ ۱۹۹۰ء میں کویت کی سلامتی کو بچانے کے لیے ایک اہم کردار پاکستانی فوج کا ہے کہ اس وقت پاکستان افواج نے اپنے انتہائی اعلیٰ ترین تربیت یافتہ ۷۰۰ جوان کویت میں تعینات کیے اسی طرح کویت میں قدرتی ذخائر دریافت کرنے میں بھی پاکستانی آرمی انجینئرز نے بھی بہت اہم کردار ادا کیا بلکہ ۱۹۹۱ء سے ۲۰۰۳ء

تک کویت اور عراق کے سلامتی کے معاملات پر پاکستان آرمی نے کافی اہم کردار ادا کیا ہے۔

(۲) متحدہ عرب امارات: جیسا کہ گزر چکا ہے کہ ذوالفقار علی بھٹو کی ترغیب پر جن ممالک نے پاکستان سے آرمی ٹریننگ کے حصول کی خواہش ظاہر کی تھی ان میں ایک ملک متحدہ عرب امارات بھی۔ ۱۹۷۰ء میں پہلا دفاعی معاہدہ ان ۲ ممالک کے درمیان ہوا۔ ۱۹۷۱ء میں پاکستان اور متحدہ عرب امارات کے مشترکہ تعاون سے ابوظہبی ڈیفنس فورس کا قیام عمل میں آیا۔ اسی طرح اسلحے کی ٹریننگ کے لیے بھی U.A.U میں ایک ٹریننگ سکول قائم کیا گیا اور کمانڈو ٹریننگ کا آغاز بھی ہوا۔ اسی طرح پاکستان کے تعاون ہی سے U.A.E ائیر فورس کا وجود عمل میں آیا۔ پاکستان اور U.A.E کے تعلقات کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ U.A.E ائیر فورس کا پہلا چیف ایک پاکستانی، جن کا نام ''ایاز احمد خان'' تھا، مقرر کیا گیا اور ان کے ماتحت ۱۳ اہم ترین عہدوں پر بھی پاکستانی جوان ہی تعینات تھے جن کے نام ''اے خاں جمال، غلام حیدر اور فیروز خاں'' ہیں۔ ابھی ماضی قریب یعنی ۲۰۰۴ء میں بھی ۵۵ فلائنگ انسٹرکٹر کو پاکستان سے U.A.E بھیجا گیا اور اس کے علاوہ ملٹری کے سینکڑوں جوان آج بھی U.A.E میں مقیم ہیں۔

(۳) سعودی عرب: پاکستان اور سعودیہ کے باقاعدہ ملٹری ریلیشن کا آغاز ۱۹۶۷ء سے ہوتا ہے اور ان کے تعلقات کو مستحکم سے مستحکم تر بنانے میں سابقہ سعودی چیف آف انٹیلی جنس ''ترکی بن سلطان'' کا کردار بہت اہم ہے۔ ۱۹۶۰ء میں پاکستان ائیر فورس نے سعودی رائل ائیر فورس سے معاہدہ کیا اسی تعاون کے نتیجے میں ۱۹۶۰ء کے بعد پاک آرمی کی نگرانی اور تعاون سے سعودی رائل ائیر فورس نے پہلا لڑاکا طیارہ بھی بنایا۔

۱۹۶۹ء میں پاکستان اور سعودی فورسز نے شمالی یمن میں مشترکہ آپریشن بھی کیا۔ ۱۹۷۹ء میں حرم بیت اللہ کی حفاظت کے لیے پاک آرمی کے جوانوں نے ناقابل فراموش کردار ادا کیا۔ ۱۴ دسمبر ۱۹۸۲ء کو پاکستان نے سعودی عرب کو فوجی افرادی قوت مہیا کرنے کا فیصلہ کیا جس کی وجہ سے تقریباً ۱۵ ہزار پاکستانی جوان سعودیہ میں بھیجے گئے۔ اسرائیل اور اردن کی جنگ میں سعودی سلامتی کے لیے پاکستان نے اہم کردار ادا کیا۔ ۱۹۹۱ء میں گلف وار کے دوران پاک آرمی کے ۱۳ ہزار جوان

اور ۶ ہزار ماہرین سعودیہ میں ٹھہرے رہے۔ اس کے علاوہ سعودی رائل نیوی کو بھی پاکستان نیوی نے مستحکم اور مضبوط بنانے میں اہم کردار ادا کیا۔ یہ ساری صورتحال گزارش کرنے کا مقصد یہ ہے کہ پاکستان اور پاکستانی افواج کا عرب ممالک کی داخلی اور خارجی سلامتی کے حوالے سے ایک اہم کردار ہے جس کو جھٹلایا نہیں جاسکتا۔ اتنے روشن اور اہم کردار کے ہوتے ہوئے بھی نہ جانے اس مرتبہ یمن کے مسئلے پر اتنی لے دے کیوں کی گئی۔ وزیراعظم پاکستان اور سیاسی قیادت اپنی افواج پر بھروسہ رکھیں اور اپنی افواج کو یمن میں بھیجیں۔ ہمارا مقصد کسی سے جنگ چھیڑنا نہیں بلکہ ۱۹۴۸ء سے اب تک جس طرح ہماری افواج نے دنیا کے مختلف علاقوں میں امن قائم کرنے کے لیے بے مثال تاریخ رقم کی ہے اسی طرح ایک امن مشن کے طور پر اپنی افواج کو سعودیہ میں تعینات کیا جائے۔

رہا یہ سوال کہ ہماری افواج کو مختلف چیلنجز ملک کے اندر درپیش ہیں تو یہ چیلنجز آج سے نہیں بلکہ شروع سے کسی نہ کسی صورت میں رہے ہیں مگر اپنی افواج کے روشن ماضی کو نہ بھولیں کہ ۱۹۸۰ء میں پاکستان آرمی نے بیک وقت دنیا کے مختلف ۲۲ ممالک میں امن آپریشن کرکے دنیا کی نمبر ون ماہر اور ذہین آرمی ہونے کا اعزاز حاصل کیا تھا۔ سیاسی قیادت اپنے پاؤں پر بوجھ ڈالے اور سٹینڈ لے۔ ان شاء اللہ کل کو ہم فخر سے کہہ سکیں گے:

ارضِ پاک تیری حرمت پہ کٹ مرے ہم ہے خون تیری رگوں میں اب تک رواں ہمارا

بقیہ صفحہ: 22. نفاذشریعت میں حائل رکاوٹیں: قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں اور اچھے کاموں کا حکم دیں اور بُرے کاموں سے منع کریں، تمام کاموں کا انجام اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے اقامت صلاۃ وذکوٰۃ اور امر بالمعروف اور نھی عن المنکر کا فریضہ سرانجام دے اور حدود اللہ کے نفاذ میں پس وپیش نہ کرے۔ ہمارے حکمرانوں کو آئین پاکستان کی پاسداری کرنی چاہیے۔ آئین پاکستان میں موجود اسلامی دفعات کا نظام یقینی بنائیں۔ امید ہے ہماری ان گزارشات پر توجہ کی جائے گی۔ جب تک مذکورہ رکاوٹوں پر پراچھی طرح غوروخوض کرکے ان کا مؤثر سدباب نہ کیا جائے گا اس وقت تک نفاذ شریعت کے باب میں فعّال اور تیز رفتار پیش رفت بہت مشکل ہوگی۔

منشیات سے روک تھام کا عالمی دن

تحریر.....مجیب الرحمٰن سیاف

ایسی اشیاء یادوائیں جو سروروانبساط ،دنیا سے بے نیازی اور بے خودی کی کیفیت طاری کریں اور مدہوشی و بے ہوشی طاری کر کے وقتی طور پر دکھ درد بھلا دیں تو یہ منشیات کہلاتی ہیں۔جن کے کثرت استعمال سے انسان ان کا عادی ہو جاتا ہے اور انہیں چھوڑنا خود ایک دکھ اور بے چینی کا سبب بن جاتا ہے۔

ہر سال جون میں ایک دن عالمی طور پر انسداد منشیات منایا جاتا ہے لیکن حیرت کی بات یہ ہے کہ نشہ آور اشیاء کی پیداوار ختم تو کیا کم بھی نہیں ہو سکی۔ پانچ صد سے زائد ایسی اشیاء ہیں جو بطور نشہ استعمال کی جاتی ہیں جن میں مختلف قسم کے مفردات اور مرکبات شامل ہیں جیسے شراب، بھنگ، چرس، گانجا، افیون، سگریٹ اور حقہ وغیرہ۔افیون کے مرکبات میں مارفین ،کوڈئین، ہیروئن اور کوکائین شامل ہیں۔

اقوام متحدہ کے ادارہ برائے منشیات اور جرائم کے 2014ء کے سروے کے مطابق پاکستان میں نشہ کرنے والوں کی تعداد 67 لاکھ ہے۔ ہر گزرتے دن کے ساتھ نشہ آور اشیاء کو مزین کر کے پیش کیا جا رہا ہے جس کی وجہ سے سادہ لوح افراد ان کو نشہ آور کہنے سے بھی انکار کر دیتے ہیں۔شیشہ کیفیز کی تعداد میں روز افزوں ہوشربا اضافہ ہو رہا ہے اس کو نام نہاد پڑھا لکھا طبقہ نشہ نہیں سمجھتا ہے۔شیشہ کو حقہ کی ترقی یافتہ شکل بھی کہا جا سکتا ہے جس میں 40 فی صد نشہ آور اشیاء اور 60 فی صد مختلف پھلوں کے ذائقے شامل کیے جاتے ہیں۔یہی وجہ ہے کہ نوجوان نسل کا اس کی طرف زیادہ رجحان ہے۔

کچھ سالوں سے آکسیجن شاٹس کی وبا پھیلی ہوئی ہے۔اس کے جائز کہنے والے یہ کہہ دیتے ہیں کہ آکسیجن انسانی زندگی کے لیے ضروری ہے تو اس کے شاٹس لینے میں کیا حرج ہے؟ عام حالت میں

انسان سانس کے ذریعے اپنے اندر جتنی آکسیجن داخل کرتا ہے تو آکسیجن کے ایک شاٹ کی مقدار اس سے کہیں زیادہ ہوتی ہے۔طبی ماہرین کے مطابق آکسیجن شاٹس لینا پھیپھڑوں کے لیے انتہائی مضر ہے۔

نشے کی ایک بدترین صورت انجکشن کی ہے۔جس کے ذریعے نشہ آور چیزیں جسم میں داخل کی جاتی ہیں۔وائس آف امریکہ کے نمائندے کے مطابق سرنج سے نشہ کرنے والوں کی تعداد بدقسمتی سے دنیا میں سب سے زیادہ پاکستان میں ہے۔

بڑے بڑے سائن بورڈز پر یہ عبارت تو لکھی دیکھنے کو ملتی ہے'' نشے میں وہ کہیں تنہا نہ رہ جائے۔'' لیکن شہروں کے بہت سے مقامات ایسے ہیں جہاں دنیا و مافیہا سے بے خبر بہت سے افراد نشے میں دھت اپنی مستی میں نظر آتے ہیں اور کوئی ان کی خبر لینے والا اور کارروائی کرنے والا نہیں۔

نصف صدی قبل ایک جرمن ڈاکٹر نے یہ بیان دیا تھا کہ آدھی شراب کی دکانیں بند کر دو میں تمہیں آدھے ہسپتال، جرائم کے اڈے اور جیلوں کے بند ہونے کی ضمانت دیتا ہوں۔

نشہ کو اسلام نے بھی ام الخبائث کہا ہے۔عرب معاشرہ میں شراب اس قدر رچ بس چکی تھی کہ اسے خیر باد کہنا مشکل امر ہو چکا تھا۔اسلام میں مرحلہ وار اس قبیح عادت سے بچانے کے لیے احکامات نازل ہوئے۔

شراب کی حرمت مرحلہ وار:

سیدنا ابو میسرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں جب شراب کی حرمت کے احکام نازل ہونے لگے تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اللہ کے حضور دعا کی:

اَللّٰھُمَّ بَیِّنْ لَنَا فِی الْخَمْرِ بَیَانًا شِفَاءً۔

''اے اللہ! شراب کے متعلق ہمارے لیے واضح حکم عطا فرما۔''

تو سورۃ البقرۃ کی آیت نازل ہوئی۔

﴿یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الْخَمْرِ وَ الْمَیْسِرِ قُلْ فِیْھِمَآ اِثْمٌ کَبِیْرٌ﴾.

''وہ آپ سے شراب اور جوا کے بارے میں سوال کرتے ہیں تو آپ فرمادیں کہ ان میں بہت بڑا گناہ ہے۔''(البقرۃ: ۲۱۹)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بلوا کر یہ آیت پڑھی گئی تو آپ نے پھر دعا کی:

''اے اللہ! شراب کے متعلق ہمارے لیے واضح حکم عطا فرما۔''

تو پھر سورۃ النساء کی آیت نازل ہوئی:

﴿یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَ اَنْتُمْ سُكٰرٰى﴾ (النساء: ۴۳)

''اے ایمان والو! تم نشے کی حالت میں نماز کے قریب نہ جاؤ۔''

جب نماز کھڑی ہوتی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا منادی اعلان کرتا کہ نشہ کی حالت میں کوئی شخص نماز کے قریب نہ آئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بلا کر یہ آیت ان کے سامنے تلاوت کی گئی تو پھر انھوں نے دعا کی: ''اے اللہ! شراب کے متعلق ہمارے لیے واضح حکم عطا فرما۔''

اس کے بعد سورۃ المائدہ کی آیت نازل ہوئی حضرت عمر t کو بلا کر وہ آیت پڑھی گئی جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس مقام پر پہنچے ﴿فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ﴾(المائدۃ:۹۱)

''کیا تم باز آنے والے ہو۔''

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمانے لگے: ''ہم باز آ گئے ہم باز آ گئے۔''

مسند أحمد : (۳۷۸)، أبو داود: (۳٦۷۰)، صحیح

بعض روایات میں شفاء کی بجائے شافیا کے الفاظ بھی آئے ہیں۔

ہر نشہ آور چیز حرام ہے:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خطبہ دیا اور فرمایا:

''جب شراب کی حرمت نازل ہوئی تو اس وقت پانچ چیزوں سے بنتی تھی، انگور، کھجور، شہد، گندم اور جو سے پھر فرمایا:

اَلْخَمْرُ مَا خَامَرَ الْعَقْلَ .

ہر وہ چیز خمر ہے جو عقل پر پردہ ڈالے۔''

صحیح البخاری، الأشربة، باب الخمر من العنب : ۵۵۸۱۔

لہٰذا جو چیز بھی نشہ کا سبب بنے وہ حرام ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

كُلُّ مُسْكِرٍ خَمْرٌ وَكُلُّ مُسْكِرٍ حَرَامٌ .

''ہر نشہ آور چیز خمر ہے اور ہر نشہ آور چیز حرام ہے۔''

مسلم، الأشربة، باب بيان أن كل مسكر خمر وأن كل خمر حرام: ۲۰۰۳۔

نشہ آور چیز کی کثیر وقلیل مقدار کی حرام ہے

بعض لوگ غلط فہمی کا شکار ہیں اور کہتے ہیں کہ جس مقدار سے نشہ ہو وہ حرام ہے اس سے کم حرام نہیں یعنی اگر کسی کو تین بوتل شراب پینے سے نشہ ہوتا ہے تو وہ دو پی لے تیسری نہ پیے۔ حقیقت یہ ہے کہ ایسے لوگ حرام کو حلال کرنے کے حیلے ڈھونڈتے ہیں۔ اس کے سوا کچھ نہیں صادق ومصدوق، ناطق وحی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان اطہر سے نکلنے والے مبارک کلمات پر غور فرمائیں۔

جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَا أَسْكَرَ كَثِيرُهُ فَقَلِيلُهُ حَرَامٌ .

''جس چیز کی زیادہ مقدار نشہ پیدا کرے تو اس کی تھوڑی مقدار بھی حرام ہے۔''

ابوداود، الأشربة، باب النهى عن المسكر: ۳۶۸۱، حسن صحيح ترمذی: ۱۸۶۵۔

دوسری روایت میں الفاظ کچھ اس طرح ہیں ہادی برحق محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

أَنْهَاكُمْ عَنْ قَلِيلِ مَا أَسْكَرَ كَثِيرُهُ .

''میں تمھیں اس کی تھوڑی مقدار سے بھی منع کرتا ہوں جس کی زیادہ مقدار نشہ پیدا کرتی ہے۔''

نسائی ، الأشربة، باب تحريم كل شراب أسكر كثيره: ۵۶۰۸، صحيح

بیئر کا استعمال حرام ہے:

بعض لوگ بیئر کا استعمال بے حجابی سے کرتے ہیں اور کہتے یہ ہیں کہ اس میں نشہ نہیں ہے ان کی بات حقیقت کے بالکل برعکس ہے۔ ہاں یہ بات ضرور ہے کہ اس میں نشہ کم مقدار میں ہوتا ہے۔ بیئر کا طبی تجزیہ بھی اس بات کی توثیق کرتا ہے کہ اس میں نشہ ہوتا ہے لہٰذا اسے استعمال کرنا بالکل حرام ہے۔

منشیات کے نام بدل کر استعمال کرنا:

بعض لوگ نشہ آور چیزوں کا نام تبدیل کر لیتے ہیں اور انھیں بطور نشہ استعمال کرتے ہیں۔ نام بدل لینے سے کسی چیز کی حرمت حلت میں تبدیل نہیں ہوسکتی ایسے لوگوں کے بارے میں تاجدار ختم نبوت محمد رسول اللہ ﷺ چودہ صدیاں پہلے خبر دے دی تھی کہ کچھ لوگ ایسا کریں گے۔

ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

''میری امت کے کچھ لوگ شراب پئیں گے اور اس کا نام تبدیل کر دیں گے۔''

أبوداود، الأشربة، باب فی الداذی: ٣٦٨٨، صحیح

ایسے لوگوں کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے بڑی سخت وعید بیان فرمائی ہے:

''میری امت کے کچھ لوگ شراب کا نام بدل کر پئیں گے اور ان کے سروں پر گاجے باجے اور گانے والی عورتیں ہوں گی اللہ تعالیٰ انھیں زمین میں دھنسا دے گا اور ان میں کچھ کو بندر اور خنزیر بنا دے گا۔''

ابن ماجه، الفتن، باب العقوبات: ٤٠٢٠، صحیح

منشیات کے عادی کی چالیس دن تک نماز قبول نہیں:

ایک سلیم الفطرت اور صاحب عقل وشعور کے لیے ایک بہت بڑی وعید ہے کہ اس کی چالیس دن تک نماز قبول نہیں ہوتی ہے۔

''جو شخص شراب پیتا ہے اس کی چالیس دن تک نماز قبول نہیں ہوتی اگر وہ توبہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول کر لیتا ہے، اگر دوبارہ پی لے پھر اس کی چالیس دن تک نماز قبول نہیں ہوتی پھر اگر توبہ کرے تو اللہ اس کی توبہ قبول فرما لیتا ہے پھر اگر پی لے تو پھر

اس کی چالیس دن نماز قبول نہیں اگر توبہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرمالیتا ہے، اگر چوتھی بار بھی پی لے تو اللہ تعالیٰ اس کی چالیس دن تک نماز قبول نہیں کرتا ہے:

''اگر توبہ کرے تو اللہ اس کی توبہ قبول نہیں کرتا اور اس کو نہر خبال (جہنمیوں کی پیپ اور کچ لہو جس میں بہتا ہے) سے پلائے گا۔''

الترمذی، الأشربة، باب ما جاء فی شارب الخمر: ١٨٦٢، صحيح

نشہ کرنے والے کی بت پرست سے تشبیہ

اہل فکر ودانش کے سمجھنے کے لیے بڑی وعید ہے اگر وہ غور کریں کہ شراب پینے والے کی مثال بت پرست کے ساتھ دی جارہی ہے رحمت جہاناں محمد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مُدْمِنُ الْخَمْرِ إِنْ مَاتَ لَقِيَ اللّٰهَ كَعَابِدِ وَثَنٍ.

''جو شراب کا رسیا ہے اگر اسی حالت میں مرجاتا ہے اللہ سے وہ اس حال میں ملے گا جیسے بت پرست ہوتا ہے۔'' الصحيحة: ٦٧٧، مسند أحمد: ٢٤٥٣

نشہ کرنے والے پر جنت حرام ہے:

یہ بدنصیبی اور بدبختی کی انتہا ہے کہ انسان جنت سے محروم کر دیا جائے حالانکہ ایک مومن ومسلمان کا مطمع نظر ہی یہ ہوتا ہے کہ اللہ راضی ہو جائے اور جنت کا داخلہ نصیب ہو جائے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ارشاد فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

ثَلَاثَةٌ قَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمُ الْجَنَّةَ مُدْمِنُ الْخَمْرِ وَالْعَاقُّ وَالدَّيُّوثُ الَّذِي يُقِرُّ فِي أَهْلِهِ الْخَبَثَ. مسند أحمد (٥٣٧٢) صحيح

''تین قسم کے لوگوں پر اللہ تعالیٰ نے یقیناً جنت کو حرام کر دیا ہے عادی شرابی، والدین کا نافرمان اور دیوث جو اپنے گھر میں خبیث امور قائم رکھتا ہے۔''

کیا محدثین کے اصولِ حدیث قرآن مجید کے اصولوں کے خلاف ہیں؟

تحریر.....مولانا محمد حسین میمن کراچی

منکرین حدیث نے اصول حدیث کو بھی تختہ مشق بنانے کی کوشش کی، الحمدللہ علماء حق نے ان کے ایک ایک اعتراض کو طشتِ از بام کر دیا۔ ان کی مثال تو ایسی ہے کہ کھسیانی بلی کھمبا نوچے۔ کیونکہ انہوں نے اپنے عقائد اور فلسفہ کے بڑھاوے کے لیے ان اصولوں پر بھی تنقید کی جو کہ سلف سے خلف تک مسلمہ ہیں۔

قارئین کرام !اصولِ حدیث کے جو ضوابط محدثین نے مقرر کیے ہیں وہ قوانین کتاب وسنت کے اہم اصولوں سے ماخوذ ہیں۔ ان اصولوں پر میں مختصر روشنی ڈالنے کی کوشش کر رہا ہوں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام منکرین حدیث کو احادیث قبول کرنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق دے اور ہمیں بھی قرآن وسنت پر ثابت قدم رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

اصولِ حدیث قرآن کریم کی رو سے:

مسلمان اس اعتبار سے دنیا کی ایسی منفرد قوم ہے جس نے اپنے نبی ﷺ کے اقوال اور آثار کو محفوظ کرنے میں بے مثال تحقیق کا مظاہرہ کیا۔ آج تک اس کی مثال روشن افک کی مانند ہے۔ دنیا کے بڑے بڑے مایہ ناز محقق اس بات کو قبول کر چکے ہیں۔ مولانا محمد علی جوہر کا فرمان ہے:

''قرآن پاک تو قرآن پاک ہے دوسرے صحائف ہماری کتب حدیث کی تحقیق اور صحت و حفاظت کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔'' (خالص اسلام، صفحہ: ۱۳۵)

محدثین نے کس قدر احتیاط، حاضر دماغی اور دیانتداری سے تحقیق کا کام کیا؟ یہ عظیم کارنامہ آج اسلام کے تفاخر میں سے ہے کہ ایک غیر مسلم بھی داد دیے بغیر نہ رہ سکا، ریورنڈ اسمتھ لکھتا ہے:

کوئی شخص نہ اس میں دھوکا کھا سکتا ہے نہ دوسرے کو دھوکا دے سکتا ہے۔ یہاں پورے دن کی روشنی ہے، جو ہر چیز پر پڑ رہی ہے اور ہر ایک تک پہنچ رہی ہے۔ (تاریخ جمع القرآن والحدیث)

یونیورسل انسائیکلوپیڈیا میں سنت کی تعریف کچھ یوں لکھی گئی ہے:

(The para-mount authority of Islam is the Koran (q.v (which contains the revelation from God (A.r Allah and (announced by the prophet Muhammed (P.B.U.H recorded by his followers. The Koran is supplemented by the sunna.

(The Universal Standard Encyclopedia Volume 16, Pg 5817-18)

اسلام کی مضبوط چوٹی قرآن ہے جو کہ اللہ تعالیٰ کی وحی پر مبنی ہے جس کی اشاعت نبی کریم ﷺ اور صحابہ کے ذریعے ہوئی جو آپ کے متبعین ہیں اور قرآن نتیجہ ہے سنت کا۔

تاریخ کا بڑا ذخیرہ اور ایک عالم اس بات پر گواہ ہے کہ محدثین کی قربانیاں اور ان کی چھان پھٹک کے طریقے بڑے ہی کٹھن تھے، کتنے ہی ظاہر میں متقی عبادت گزار شخص بھی اپنے ورع اور تقوے کی وجہ سے محدثین کی کڑی نگاہ سے بچ نہ سکے۔ اس جواب میں جو اہم نکتہ عرض کرنا مطلوب ہے وہ یہ ہے کہ علوم حدیث قرآن کریم کے ضوابط اور معیار پر تعمیر کیے گئے ہیں۔

ہر دور میں مستشرقین مختلف سوال کے سہارے امت کے اجماع کو پامال کرنے کی کوشش میں لگے رہے اور وہ اپنے اس ناپاک عزائم میں ہر دور میں ناکام رہے، آج بھی انہی ارادوں کے ساتھ یہ مستشرقین اور منکرین حدیث نئے سوالات کے ساتھ منظر عام پر آنے کی کوشش میں لگے ہوئے ہیں، موجودہ دور میں لاتعداد سوالات ان کی طرف سے سامنے آتے رہتے ہیں۔ کبھی صحیح بخاری کے خلاف اور کبھی صحیح مسلم کے خلاف غرض وہ ہر طرح سے امت کے اجماع کو چکنا چور کرنے کی بھرپور کوشش میں لگے ہوئے ہیں۔ لیکن ان کا یہ مقصد صرف ایک بھیانک خواب کی شکل میں سامنے آئے گا۔ ان شاء اللہ

نوٹ : عمومی سوالات کے جوابات کے لیے راقم کی مفصل کتاب اسلام کے مجرم کون؟ کا مطالعہ فرمائیں۔

اصول حدیث جن کو محدثین کی جماعت نے تحقیق سے تشکیل دیا ہے کیا یہ اصول حجت ہیں؟

کیونکہ اصول تو انسانوں کے بنائے ہوتے ہیں ان کو کبھی بھی دین تصور نہیں کیا جا سکتا؟ یہ تو بنیادی سوال ہے جس کا جواب دینے کے لیے حقیر نے قلم اٹھایا۔ بس یہ توفیق صرف اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی ہے۔

قارئین کرام ! دفاع حدیث پر علماء نے لاتعداد کتابیں تصنیف فرمائیں اور اصول حدیث پر بحث بھی کی، لیکن ساتھیوں کے اصرار اور دلچسپی کے باعث یہ نکتہ بھی ذہن میں آیا کہ وہ اصول حدیث جن کو محدثین نے ترتیب دیا آیا یہ اصول کن ضوابط پر ترتیب دیے گئے ہیں؟ یہ ایک ایسا سوال ہے جو ہر طالب علم کے ذہن میں اُبھرتا نظر آتا ہے اور وہ اس کے جواب کا منتظر رہتا ہے۔ اس مضمون میں آپ ان شاء اللہ اصولِ حدیث کے اہم ترین قواعد کو سمجھیں گے کہ وہ قواعد قرآن مجید کی آیات سے مستنبط ہیں جنہیں محدثین نے بڑی محنت اور عرق ریزی کے بعد مرتب فرمایا اور قرناً قرناً ان اصول وضوابط کو ایک حیثیت حاصل ہوئی۔ لہٰذا اصول حدیث شریعت کے اہم اصولوں سے ہی مستنبط ہیں۔

جی ہاں ہوسکتا ہے یہ بات آپ سمجھ نہ سکیں، لیکن الحمدللہ واقعی یہی بات ہے۔ کیونکہ محدثین کا معیار ہمیشہ تحقیق ہی رہا ہے اور تحقیق بھی ان قواعد وضوابط سے مستنبط جن کا ذکر قرآن مجید اور احادیث رسول ﷺ میں واضح طور پر بیان کیا گیا ہے۔ لہٰذا ایک اصولی قاعدے کو دامن گیر فرمالیں کہ اگر آپ سے کوئی شخص کہتا ہے کہ بھائی ہمیشہ سچ بولو اگرچہ وہ خود سچ نہ بولتا ہو لیکن وہ ایک ایسی بات نقل کرتا ہے جو بعینہ قرآن کریم کے مطابق ہے۔

اب اگر آپ یہ کہیں کہ میں سچ کیسے بولوں یہ شخص تو جھوٹا ہے فلاں فلاں کام کرتا ہے۔ مثلاً چور ہے، ڈاکو ہے اور بہت سارے جرائم کا ارتکاب کرتا ہے اس شخص کی بات میں آ کر میں سچ نہیں بول سکتا۔ یقیناً یہ شخص جھوٹا، مکار، جرائم پیشہ اور بہت سارے برے کام کرنے والا ہے، لیکن وہ ابھی

بات جو کر رہا ہے وہ قرآن کریم کے مطابق ہے۔ لہٰذا ہم یہ کہیں گے کہ اس کی بات کو تسلیم کیا جائے کیونکہ یہ جو بات کہہ رہا ہے اس کی اپنی بات نہیں ہے بلکہ یہ تو قرآن کریم کے مطابق کہہ رہا ہے کہ بات ہمیشہ سچ کہو۔

اب غور فرمائیں! یہ جملہ کہنے والا انسان ہے لیکن اس کا اصل مرجع قرآن کریم ہے کیونکہ وہ جو کہہ رہا ہے قرآن کریم کے مطابق ہے اس کی اپنی بات نہیں ہے، ہاں کہنے والا ضرور بشر اور گناہ گار ہے لیکن اصول یہ ہوگا کہ وہ کیا کہہ رہا ہے اسے دیکھا جائے گا۔ اسی طرح سے یہ عظیم محدثین کی جماعت جن کا ثقہ (Authenticity) ہونا ثابت ہو چکا ہے۔ ان کے تقویٰ کے بارے میں اور ان کے ذہن کے بارے میں امت کا اجماع ہے جو قدم قدم پر سنت کا خیال رکھنے والے، اللہ کے حکم کی پابندی کرنے والے اور مکمل زندگی صرف اسی مقصد میں لگانے والے کہ رسول اللہ ﷺ کی احادیث کا دفاع کریں تو بتائیں یہ کیسے اپنے اصول قرآن کے مسلمہ قواعد سے ہٹ کر قائم کر سکتے ہیں؟ بلکہ محدثین کی جماعت نے غور و تدبر سے احادیث کے جو اصول ترتیب دیے ہیں وہ قرآن کریم ہی سے اخذ کردہ ہیں۔ اب اگر ان محدثین میں سے کوئی یہ کہے کہ سچ بولو تو بتائیں سونے پہ سہاگا ہوگا کہ نہیں۔ کیونکہ بات نقل ہو رہی ہے قرآن کریم کی اور دوم بات کرنے والا بھی مکمل عامل قرآن تو لہٰذا ہم سچ بولنے والے کی سچائی کو قبول کریں اور اس کی سچائی کو مرتبہ دیں گے کیونکہ اس نے دین اسلام کے ایک اہم اصول کے مطابق سچ بولا۔ اسی نکتے کو سامنے رکھیے اور اصول حدیث کو سمجھیے جو کہ قرآن کریم کے مطابق ترتیب دیے گئے ہیں۔

میں اس مضمون میں ان موٹے موٹے اصولوں کا ذکر کروں گا جن پر اکثر و بیشتر اعتراضات اٹھتے رہتے ہیں اور منکرین حدیث کی طرف سے یہ سوالات سامنے آتے رہتے ہیں کہ جن اصولوں کو آپ حجت تسلیم کرتے ہیں ان کی حیثیت شریعت میں کیا ہے؟ اور محدثین کے مقرر کیے ہوئے فن حدیث اور اس کے پرکھنے کے جو معیار طے ہوئے ہیں اس کی دلیل اور ان کی بنیاد کن آیات سے ماخوذ ہے؟ لہٰذا اس قسم کے سوالات کے جوابات آپ ہمارے اس مضمون سے اخذ فرمائیں گے۔ ان شاء اللہ

منکرین حدیث کا ایک سوال جو کہ خبر آحاد کے بارے میں ہوتا ہے۔

خبر آحاد کی تعریف:

جس حدیث میں راوی تعداد میں متواتر حدیث کے راویوں سے کم ہوں وہ خبر آحاد کہلاتی ہے۔
(یعنی اگر کوئی ایک شخص خبر دیتا ہے کسی بات کی تو وہ منکرین حدیث کی نظر میں قابل قبول نہیں)

خبر واحد کی دلیل قرآن کریم کی رو سے:

قرآن کریم خبر واحد کو تسلیم کرتا ہے۔ اگر خبر دینے والا سچا ہو مثلاً سورۃ یسین، آیت نمبر ۲۰ میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَجَاءَ مِنْ اَقْصَا الْمَدِيْنَةِ رَجُلٌ يَّسْعٰى قَالَ يٰقَوْمِ اتَّبِعُوا الْمُرْسَلِيْنَ

''اس وقت شہر کے پرلے کنارے سے ایک شخص دوڑتا ہوا آیا اور کہنے لگا: اے میری قوم! ان رسولوں کی اتباع کرو۔'' (یسین، آیت: (۲۰)

غور فرمائیں! اس آیت مبارکہ میں آنے والا ایک ہی شخص ہے اور وہ ایک خبر دے رہا ہے۔ یعنی وہ شخص بحیثیت خبر واحد ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی اس خبر کو مقبول فرمایا اور ارشاد ہوتا ہے:

قِيْلَ ادْخُلِ الْجَنَّةَ (یسین، آیت:۲٦)

''(جب قوم نے اس شخص کو مار ڈالا) ارشاد ہوا! جنت میں داخل ہو جا۔''

گویا وہ شخص جس نے خبر واحد کی صورت میں اپنے نبی کی تائید کی اس پاداش میں اسے قتل کر دیا گیا، اللہ تعالیٰ نے اس کی خبر واحد کو قبول کر کے جنت میں روانہ کیا، ایک اور دلیل دیتا چلوں جب زکریا علیہ السلام نے مریم (کی کفالت کا ذمہ اٹھایا تو زکریا علیہ السلام نے ان کے پاس کھانے کی چیز دیکھی اور فرمایا:

يٰمَرْيَمُ اَنّٰى لَكِ هٰذَا قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ

''اے مریم! یہ تجھے کہاں سے ملا؟ اس نے کہا: اللہ کے ہاں سے، بلاشبہ اللہ جسے چاہے بے حساب رزق دیتا ہے۔'' (آل عمران:۳۷)

غور فرمائیں! مریم (خبر دے رہی ہیں کہ یہ رزق اللہ کی طرف سے ہے وہ اور ان کی حیثیت خبر واحد کی

ہے اور زکریا علیہ السلام نے اسے قبول فرمایا اور پھر موقع کی مناسبت دیکھتے ہی اپنے لیے اولاد کا بھی سوال کر دیا۔ لہٰذا خبر واحد کا حجت ہونا اس آیت سے بھی ثابت ہوتا ہے۔

ایک اور مقام پر قرآن کریم وضاحت فرماتا ہے کہ سلیمان علیہ السلام کے دور میں حاضری کے وقت ہدہد غائب تھا، غصہ میں سزا کے اظہار کے بعد سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کہ میں اسے ذبح کر دوں گا یا وہ میرے پاس کوئی معقول وجہ پیش کرے، قرآن کریم ذکر فرماتا ہے

فَمَكَثَ غَيْرَ بَعِيْدٍ فَقَالَ اَحَطْتُّ بِمَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ وَجِئْتُكَ مِنْ سَبَاٍ بِنَبَاٍ يَّقِيْنٍ (النمل:۲۲)

''تھوڑی دیر گزری تھی کہ (ہدہد) آ گیا اور کہا: میں نے وہ معلوم کیا جو آپ کو معلوم نہیں اور میں سبا سے متعلق ایک یقینی خبر آپ کے پاس لایا ہوں۔''

لہٰذا ہدہد نے ایک معقول وجہ پیش کی کہ ملک سبا کے لوگ سورج اور چاند کے پجاری ہیں، لہٰذا سلیمان علیہ السلام نے ہدہد کی بات کو تسلیم کرتے ہوئے تحقیق کی شرطیں لگائیں۔ غور فرمائیے! ایک جانور خبر دیتا ہے اور اللہ کا عظیم پیغمبر اس کی خبر کو قبول کرتا ہے۔ اب بتائیں جانور کی خبر واحد کو قبول کیا گیا اس کے مقابلے میں ایک سچے مسلمان کی خبر واحد کو قبول کرنے میں کونسی قباحت ہے۔

ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے خبر واحد کی حجیت کو دلیل بنایا ارشاد ہوتا ہے:

وَجَاءَ رَجُلٌ مِّنْ اَقْصَا الْمَدِيْنَةِ يَسْعٰى قَالَ يٰمُوْسٰٓى اِنَّ الْمَلَا يَاْتَمِرُوْنَ بِكَ لِيَقْتُلُوْكَ فَاخْرُجْ اِنِّىْ لَكَ مِنَ النّٰصِحِيْنَ

''ایک شخص شہر کے پرلی طرف سے دوڑتا ہوا آیا (اور) بولا کہ موسیٰ (شہر کے) رئیس تمہارے بارے میں صلاحیں کرتے ہیں کہ تم کو مار ڈالیں سو تم یہاں سے نکل جاؤ میں تمہارا خیر خواہ ہوں۔'' (القصص:۲۰)

پس اس شخص نے خبر دی اور موسیٰ علیہ السلام اس کی خبر کو قبول کرتے ہوئے وہاں سے نکل پڑے۔ مندرجہ بالا آیت میں بھی خبر واحد کی قبول پر واضح دلیل ہے۔ لہٰذا خبر واحد کی حجیت کا یہ اصول بھی محدثین نے قرآن کریم سے ہی اخذ فرمایا ہے۔

راوی کا ثقہ ہونا اور غیر ثقہ ہونا اس کی چھان پھٹک کا اصول قرآن کریم کی رو سے:

محدثین کرام رحمہم اللہ نے اپنی پوری زندگی اس فن کے لیے گزار دی یعنی وہ علم رجال کے فن کے ماہر تھے اور وہ خوب اس فن کو جانتے تھے کسی راوی کا مقبول اور غیر مقبول ہونا یہ حدیث کے قواعد میں ایک بنیادی حیثیت کا حامل ہے۔ قرآن کریم نے بھی مقبول اور غیر مقبول کے بارے میں اصول مرتب فرمائے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ جَاءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْٓا (الحجرات:٦)

''اے ایمان والو! اگر کوئی فاسق تمھارے پاس خبر لے کر آئے تو اس کی تحقیق کر لیا کرو۔''

مندرجہ بالا آیت مبارکہ پر غور فرمائیں کہ وہ مخبر کی تحقیق کا اصول مرتب فرماتی ہے۔ مثلاً کوئی شخص یہ خبر لاتا ہے کہ فلاں شخص کو قتل کر دیا گیا یا فلاں فلاں نقصان ہوا ہے تو سننے والے کو اس خبر کو نشر کرنے کے بجائے فوراً اس کی تحقیق کر لینی چاہیے وگرنہ معاشرے میں اس کا بڑا برا اثر مرتب ہوگا، جو جان لیوا بھی ثابت ہو سکتا ہے۔

لہٰذا اگر کوئی شخص خبر لائے تو اس کی تحقیق کر لی جائے، ایک چھوٹا سا اصول سمجھا دیا گیا کہ تحقیق کر لو، لیکن یہ نہیں بتایا گیا کہ تحقیق کن ذرائع سے کرنا ہے۔ کیونکہ ہر صدی میں تحقیق کے مختلف ذرائع موجود ہوتے ہیں خصوصاً اس صدی میں جو کہ Media اور Communication کا دور ہے۔ محدثین کرام نے جو اصول تحقیق کے لیے مرتب کیے وہ بھی اس وقت کے بڑے کٹھن اصول تھے اب دیکھیے محدثین کی تحقیق کا طرز عمل اور جانچنے کے اصول چونکہ قرآن کریم نے تحقیق کا حکم دیا ہے لیکن طریقے کا اسلوب نہیں بتایا، کیونکہ مختلف ادوار میں تحقیق کے مختلف ذرائع ہوا کرتے ہیں۔ لیکن تحقیق کرنا ضروری ہے میں اپنی بات کو آگے لے کر چلتا ہوں۔ اب دیکھیے حدیث کے بارے میں کوئی شخص خبر دیتا ہے کہ یہ اللہ کے نبی ﷺ کا فرمان ہے اور وہ اپنے کلمات کو نبی ﷺ کے ذمے لگاتا ہے ہمیں قرآن کریم نے اصول سمجھایا کہ مخبر کی خبر کی تحقیق کر لی جائے۔ اب محدثین اس اصول کو

(جس کا ذکر سورۃ حجرات کی آیت نمبر میں ہوا ہے) استعمال کرتے ہیں اور اس پر مختلف انداز سے عمل کرتے ہیں اور تحقیق کا حق ادا کرنے کی کوشش فرماتے ہیں۔ مثلاً ایک شخص سلمی وہ حدیث گڑھتا ہے اور سند یوں پیش کرتا ہے:

قال سلمی حدثنا امام مالك قال حدثنا امام نافع حدثنا ابن عمر رضی الله عنهماعن النبی صلی الله علیه وسلم

اب دیکھا جائے تو سند بہت عمدہ دکھائی دیتی ہے۔ امام مالک جیسی معتبر ہستی اور وہ روایت کریں۔ امام نافع سے اور وہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے۔ یعنی سند میں سلسلۃ الذھب سونے کی زنجیر ہوگئی لیکن یہ ظاہری سند کی خوبی دیکھ کر آپ تو دھوکا کھا سکتے ہیں، لیکن آفرین ہے محدثین کی پاکیزہ جماعت پر کہ انھوں نے بڑی امانت و دیانت اور ایمانی جذبے کے ساتھ ایسے تحقیق کے نکات نکالے کہ بال کی کھال بھی ادھڑ جائے۔ اب دیکھیے محدثین کی تحقیق قرآن کریم کے مطابق کس طرح سے ہے؟

۱۔ پہلے یہ دیکھا جائے گا کہ سلمی کا حال معلوم ہو جائے، اگر معلوم نہ ہو سکے تو وہ مجہول ہے۔

۲۔ اگر حالات معلوم ہو بھی گئے تو یہ دیکھا جائے گا کہ سلمی کاذب ہے یا صادق، اگر معلوم ہو جائے کہ وہ صادق ہے تو بھی حدیث کی صحت کے لیے کافی نہ ہوگا۔

۳۔ پھر دیکھا جائے گا کہ اس کا حافظہ کیسا تھا؟ حافظہ میں کوئی خرابی تو نہیں۔ اگر ہے تو سئ الحفظ کہلائے گا اور اس کی وہ روایت قبول نہ کی جائے گی (کیونکہ قرآن کریم یتیم کو ان کا مال واپس دینے کا حکم جب دیتا ہے کہ وہ سمجھ دار ہو جائیں کیونکہ بچپن کی عمر جوانی کے مقابلے میں ناقص العقل ہوتی ہے تو پھر بگڑے ہوئے حافظہ والے کی شہادت کیسے قبول کی جاسکتی ہے)۔

۴۔ اس کے بعد اگر یہ ثابت ہو بھی جائے کہ وہ خراب حافظہ والا نہیں تھا تو دیکھا جائے گا کہ امام مالک سے اس کی ملاقات ثابت ہے کہ نہیں۔ اگر نہیں تو وہ روایت قابل قبول نہیں ہوگی۔ محدثین کی اصطلاح میں ایسی روایت کو ضعیف کہا جاتا ہے، یعنی اس کی سند میں انقطاع ہے۔ یعنی سند میں ایک یا زیادہ راوی مختلف مقامات سے منقطع ہوں۔

اس کی مثال آپ یوں سمجھ لیں کہ وہ شخص جو آپ کو کسی حادثے کے بارے میں خبر دیتا ہے جب آپ

اس سے پوچھتے ہیں تو وہ جواب دیتا ہے کہ جس وقت یہ حادثہ ہوا میں تو اس ملک میں موجود ہی نہیں تھا میں تو out of country تھا۔لیکن مجھے بھی کسی نے بتایا بتانے والا کون معلوم نہیں؟ بتائے کیا آپ خبر کو سچ مان لیں گے؟ نہیں، بلکہ آپ قرآن کریم کی آیت کے مطابق تحقیق کریں گے اگر تحقیق ثابت نہ ہوئی تو مخبر کی خبر کو رد کر دیں گے۔

اسی قانون سے ملتا جلتا ایک واقعہ جسے امام ذھبی رحمہ اللہ نے میزان الاعتدال میں نقل فرمایا۔آپ رقمطراز ہیں محمد بن اسحاق بن یسار کے ترجمے میں کہ:

یحییٰ القطان نے محمد بن اسحاق کے بارے میں فرمایا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ کذاب ہے۔امام ذھبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ان سے پوچھا گیا کہ آپ کو کس نے خبر دی کہ وہ کذاب ہے؟ انہوں نے کہا کہ وھیب نے، جب وھیب سے پوچھا گیا کہ آپ کو کس نے خبر دی تو انہوں نے فرمایا مالک بن انس نے۔ جب ان سے پوچھا گیا کہ آپ کو کس نے خبر دی کہ (محمد بن اسحاق کذاب ہے؟) تو انہوں نے فرمایا ھشام بن عروہ نے، ھشام بن عروہ سے پوچھا گیا کہ آپ کو کس نے خبر دی (محمد بن اسحاق کذاب ہے؟) تو انہوں نے کہا فاطمہ بنت منذر نے، جب فاطمہ بنت منذر کے پاس پہنچے (تحقیق کے لیے) تو وہ ان دنوں نو برس کی تھیں اور انہوں نے مرتے دم تک کسی آدمی کو نہیں دیکھا۔

(میزان الاعتدال، ج:۳، ص:٤٥٥)

اس واقعہ سے بخوبی پتہ چلتا ہے کہ محدثین کرام رحمہم اللہ نے فرداً فرداً شخصی ملاقاتیں بھی کیں تاکہ صحت کا جہاں تک التزام ہو سکے وہ کریں اور مذکورہ واقعہ میں اصل خبر دینے والے تک پہنچ کر اصل خبر کی تحقیق کی گئی۔

لہٰذا حاصل کلام یہ ہوا کہ مخبر جس واقعہ کی خبر دے رہا ہے وہ اس واقعہ کے وقت موجود نہیں تھا بلکہ ملک سے بھی باہر تھا اسی دوری کو یا سماعت ثابت نہ ہونے کو محدثین نے انقطاع کا نام دیا جس کی تحقیق قرآن کریم کے بیان کردہ اصول کے مطابق ہے۔

۵۔ بالفرض اگر ثابت ہو جائے کہ سند میں انقطاع نہیں ہے تو دیکھا جائے گا کہ یہ خبر دینے والا

کتنا سچا ہے، ایسا تو نہیں کہ وہ کہیں بھول رہا ہو یا اپنے سے زیادہ سچے لوگوں کی مخالفت کر رہا ہو، ایسی مخالفت کو محدثین کی اصطلاح میں شاذ کہتے ہیں کہ ایک ثقہ راوی اپنے سے زیادہ ثقہ راوی کی مخالفت کرے، اس اصول کو سمجھنے کے لیے اس آیت مبارکہ پر غور فرمائیں، قرآن کریم ذکر فرماتا ہے:

فَاِنْ عُثِرَ عَلٰٓى اَنَّهُمَا اسْتَحَقَّآ اِثْمًا فَاٰخَرٰنِ يَقُوْمٰنِ مَقَامَهُمَا مِنَ الَّذِيْنَ اسْتَحَقَّ عَلَيْهِمُ الْاَوْلَيٰنِ فَيُقْسِمٰنِ بِاللّٰهِ لَشَهَادَتُنَآ اَحَقُّ مِنْ شَهَادَتِهِمَا

''پھر اگر یہ معلوم ہو کہ وہ دونوں گناہ میں ملوث ہو گئے ہیں تو ان کی جگہ دو اور گواہ کھڑے ہوں جو پہلے دونوں گواہوں سے اہل تر ہوں اور ان کی طرف سے ہوں جن کی حق تلفی ہوئی ہے وہ اللہ کی قسم کھا کر کہیں کہ ہماری شہادت ان پہلے گواہوں کی شہادت سے زیادہ سچی ہے اور ہم نے کوئی زیادتی نہیں کی اگر ہم نے ایسا کیا تو بلاشبہ ہم ظالم ہیں۔'' (المائدہ:۱۰۷)

غور فرمائیے ! آیت مبارکہ کے سیاق سے یہ بات واضح ہوئی کہ گواہوں کی گواہی کیسے قبول ہوگی اور ان کا طریقہ کار کیا ہوگا، یعنی پہلے گواہوں نے اگر گواہی دی اگر وہ غیر ثابت ہوئی تو دوسرے اور دو گواہ (جو پہلے گواہوں سے زیادہ ثقہ ہوں) گواہی دیں گے بعد والوں کی گواہی منظور ہوگی جو زیادہ متقی ہوں گے۔ محدثین کی اصطلاح شاذ بھی انہیں شرائط پر ہے، پس غور کیجیے۔

ایک اور اصول کی وضاحت کرتا چلوں محدثین کی اصطلاحات میں ایک اور اصطلاح بھی ہے وہ ہے منکر الحدیث یعنی راوی کبیرہ گناہ کا مرتکب ہو، فاسق ہو، بدعتی وغیرہ وغیرہ۔ ارشاد ربانی ہے:

تَحْبِسُوْنَهُمَا مِنْۢ بَعْدِ الصَّلٰوةِ فَيُقْسِمٰنِ بِاللّٰهِ

''(گواہوں کو) اگر تمھیں کچھ شک پڑ جائے تو ان دونوں کی صلوۃ کے بعد (مسجد میں) روک لو پھر وہ اللہ کی قسم کھا کر کہیں کہ وہ (کسی مفاد کی خاطر) شہادت کو پہنچنے والے نہیں۔'' (مائدہ:۱۰۶)

غور فرمائیں ! گواہوں کو نماز کے بعد قسم دی جا رہی ہے کیوں؟ کیونکہ نماز ایمان والے کو ثابت کرتی ہے، اور غیر نمازی کا ایمان ناقص ہوتا ہے اسی وجہ سے نماز کے بعد (تاکہ گواہ بھی نماز پڑھے)

گواہی دلوائی گئی۔ بالفرض اگر کوئی گواہ نماز ادا کرنے سے انکار کرے تو بتایئے آپ کیا نتیجہ اخذ کریں گے؟ کیونکہ قرآن وسنت سے یہ بات عیاں ہے کہ غیر نمازی کبیرہ گناہ کا مرتکب ہے، یہی وجہ ہے کہ محدثین اس گواہ کی گواہی کو چھوڑتے ہیں جو کبیرہ گناہ کا مرتکب ہوتا ہے۔ لہٰذا آیت مبارکہ سے خوب سے خوب اس بات کی نشاندہی ملتی ہے کہ منکر راوی کی گواہی کیوں قبول نہیں کرنی چاہیے۔ وجہ یہ ہے وہ کبیرہ گناہ کا ارتکاب کرتا ہے جب عمومی معاملات میں اس کا جھوٹا ہونا ثابت ہے تو کوئی بعید نہیں کہ وہ رسول اللہ ﷺ پر بھی جھوٹ باندھ رہا ہو۔

میں آپ کو ایک اور اصول کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں اگر کسی راوی کا حدیث کے بارے میں جھوٹ بولنا ثابت ہو جائے تو محدثین اس کی بیان کردہ روایت کو موضوع قرار دیتے ہیں۔ محدثین نے باطل اور موضوع روایت میں فرق ظاہر کیا ہے۔

موضوع :اس روایت کو کہا جاتا ہے کہ جس میں جان بوجھ کر عمداً، جہلاً یا کسی سازش کے تحت نبی کریم ﷺ پر جھوٹ گھڑا جائے۔

باطل: اس روایت کو کہتے ہیں جو گھڑی نہ گئی ہو مگر رسول اللہ ﷺ کی طرف خطاً منسوب ہوگئی ہو اس روایت کو باطل کہا جاتا ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے الوضع فی الحدیث، ص۔

قارئین کرام !یہ اصول بھی عین قرآن کریم کے مطابق ہے، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَأْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَاءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِيْنَ جَلْدَةً وَّلَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ

''اور جو لوگ پاک دامن عورتوں پر تہمت لگائیں پھر چار گواہ پیش نہ کر سکیں انھیں اسّی (۸۰) کوڑے لگاؤ اور آئندہ کبھی ان کی شہادت قبول نہ کرو اور یہی فاسق ہیں۔ (النور: ٤)

قرآن کریم کی آیت مبارکہ سے معلوم ہوا کہ جو شخص تہمت لگائے، یعنی جھوٹ باندھے پاک دامن عورتوں پر تو انھیں سزا کے طور پر اسّی (۸۰) کوڑے لگائے جائیں اور ان کی گواہی بھی قبول نہ کی جائے۔''

اندازہ فرمائیں کسی پاک دامن شریف زادی پر تہمت کی سزا کس قدر سخت ہے؟ اس کو سوسائٹی کی گواہی سے محروم کر دیا گیا، خواہ وہ کتنا ہی اس کے بعد پارسائی کا ثبوت دے قرآن مجید نے فیصلہ دے دیا ایسے جھوٹے شخص کی گواہی کو کبھی بھی نہ مانا جائے۔ اب اگر کوئی شخص امام الانبیاء سید المرسلین رحمت اللعالمین جناب محمد رسول اللہ ﷺ کی ذات مبارکہ پر جھوٹ باندھے اور آپ ﷺ پر ایسے الفاظ سے بہتان لگائے جو آپ ﷺ نے ادا نہ فرمائے ہوں تو بتائیے کیا ایسا شخص لائق ہے اس بات کے کہ اس کی گواہی کو قبول کیا جائے؟؟ نا ممکن۔

عام عورتوں پر بہتان کی سزا یہ ہے کہ اسے معاشرے کی گواہی سے خارج کر دیا جائے اور اس سے اس کا مقام چھین لیا جائے۔ اب وہ اگر محمد ﷺ پر جھوٹ باندھے تو کیونکر اسے قبول سمجھا جائے گا۔ بلکہ وہ تو دنیا میں رسوائی کا حقدار ٹھہرا اور آخرت میں عذاب کا حق دار ہوگا۔

مزید ایک اور اصول کو سمجھیں:

بسا اوقات محدثین شواہد کی بناء پر کسی حدیث کو صحیح کا درجہ دیتے ہیں یہ اصول بھی قرآن کریم سے ہی ماخوذ ہے۔ جی ہاں پچھلی آیت مبارکہ پر دوبارہ نظر دوڑائیے۔ آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ گواہ طلب فرما رہا ہے، یعنی اگر کوئی شخص کسی پاک دامن عورت پر بہتان لگائے تو اس کی گواہی اس وقت قبول کی جائے گی جب تک کہ چار گواہ پیش نہ کر دے، وگرنہ اس کی گواہی کو رد کر دیا جائے گا۔

یہی اصول محدثین نے اپنایا کہ اگر کوئی راوی ایسی حدیث کا ذکر کرتا ہے جو الفاظ کسی اور راوی سے ثابت نہ ہوں تو ان الفاظوں کو اس صورت میں قبول کیا جاتا ہے جب اس راوی کے الفاظ کی تائید دوسرے راویوں کی پیش کردہ حدیث میں موجود ہو۔ یعنی یہاں بھی اصول حدیث کا ایک اہم نکتہ کہ دوسری طرف (گواہوں) سے یہ بات ثابت ہوتی ہے۔ اس اصول کی بھی قرآن کریم ہی تعلیم دیتا ہے، عمل کرنے والے کو آپ ضرور بشر کہیں گے لیکن یہ اصول شریعت سے ماخوذ ہے۔

۶۔ اگر یہ بھی ثابت ہو جائے کہ سلمی کی خبر سچی ہے تو اس کے بعد اور بہت سارے پرکھنے کے اصول وضوابط باقی ہیں اس کے بعد یہ بھی دیکھا جائے گا کہ راوی الفاظ کو آگے پیچھے یعنی

Amendment تو نہیں کرتا۔یعنی اس کی سند مضطرب تو نہیں۔اضطراب کے مسئلہ پر بھی قرآن مجید روشنی ڈالتا ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اِنَّمَا النَّسِیۡٓءُ زِیَادَۃٌ فِی الۡکُفۡرِ یُضَلُّ بِہِ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا یُحِلُّوۡنَہٗ عَامًا وَّیُحَرِّمُوۡنَہٗ عَامًا (التوبۃ:۳۷)

بیشک مہینوں کو پیچھے ہٹا دینا ایک مزید کافرانہ حرکت ہے، جس سے کافر گمراہی میں پڑے رہتے ہیں وہ ایک سال کسی مہینے کو حلال کر لیتے ہیں اور دوسرے سال حرام۔

اس آیت سے پچھلی آیت (نمبر) میں اس بات کی وضاحت ملتی ہے کہ بارہ مہینوں کی گنتی اللہ کی کتاب میں موجود ہے اور مزید چار حرمت والے بھی۔

نوٹ : (بارہ مہینے کی گنتی قرآن مجید میں نہیں ہے، بلکہ احادیث کی کتابوں میں موجود ہے، جس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ قرآن کریم کے علاوہ رسول اللہ ﷺ کی احادیث بھی کتاب اللہ ہے (مزید تحقیق کے لیے میرا لیکچر بعنوان حدیث بھی کتاب اللہ ہے سماعت فرمائیں) لیکن کفار ان مہینوں کو آگے پیچھے کرتے تھے، لہٰذا اللہ تعالیٰ کو اپنے شعار میں ملاوٹ پسند نہیں اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اس امر پر وعید و عتاب کا حکم دیا۔

نوٹ: اضطراب وقوع خلل اور فساد کو کہتے ہیں، دراصل اضطراب کا اطلاق موضوع کے باہم ٹکرانے پر کیا جاتا ہے۔اگر مضطرب بفتح الراء پڑھا جائے تو یہ اضطراب سے اسم مکان ہوگا اور اس میں اصطلاحی معنی و مفہوم کی تحقیق زیادہ نمایاں صورت میں ہوگی۔گویا مضطرب کے معنی ہوں گے وہ حدیث جہاں راوی یا راویوں کا اختلاف بخوبی نمایاں ہو۔ (العینہ سیوطی ، حاشیہ:۱۱۸)

یہ بھی یاد رکھیے کہ اضطراب سند میں بھی ہوتا ہے اور بسا اوقات متن میں بھی ہوتا ہے۔

غور فرمائیں !جس طرح قرآن کریم کے متن کو آگے پیچھے کرنا کبیرہ گناہ ہے اسی طرح اگر حدیث میں بھی کوئی شخص عمداً آگے پیچھے کرتا ہے تو وہ بھی گناہ کبیرہ میں شمار کیا جائے گا۔لہٰذا یہی وجہ کہ محدثین نے حدیث میں بھی یہی شرائط عائد کی ہیں گویا یہ اصول بھی قرآن کریم سے ماخوذ ہے۔

یہاں ایک اور مسئلہ کی وضاحت کروں کہ بسا اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے کوئی ایک

لفظ منقول ہوتا ہے اور مختلف راوی اس کا اپنے الفاظ میں اعادہ کرتے ہیں لیکن معنی میں کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوتی۔ ایک جملے کے لیے مختلف الفاظ وارد ہوتے ہیں۔ اس پر بسا اوقات یہ بھی اعتراض اٹھایا جاتا ہے کہ اگر معنی میں فرق نہیں ہے تو کیا ہوا الفاظ میں فرق تو واضح ہو گیا۔ اگر تدبر کیا جائے تو معلوم یہ ہوتا ہے کہ جب ایک جملے کو مختلف الفاظ کے ساتھ بولا جاتا ہے تو یہاں فقہا نے جب غور کیا تو ان جملوں اور معنوں سے مسائل کا استنباط کیا۔ کسی نے بھی اختلاف کو ذکر نہیں کیا، بلکہ انہی الفاظ سے مختلف مسائل کے حل وجود میں آئے۔ بالکل یہی معاملہ قرآن مجید کا بھی ہے۔ قرآن مجید میں بھی ایک لفظ یا جملے کو مختلف الفاظ کے ساتھ دہرایا گیا ہے۔ مثلاً اللہ تعالیٰ سورۃ البقرۃ میں فرماتا ہے:

وَاِذِ اسْتَسْقٰى مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ فَقُلْنَا اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ فَانْفَجَرَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا قَدْ عَلِمَ كُلُّ اُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا مِنْ رِّزْقِ اللّٰهِ وَلَا تَعْثَوْا فِى الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ

''اور جب موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کے لیے پانی مانگا تو ہم نے کہا کہ اپنی لاٹھی پتھر پر مارو، جس سے بارہ چشمے پھوٹ نکلے اور ہر گروہ نے اپنا چشمہ پہنچا لیا (اور ہم نے کہہ دیا کہ) اللہ تعالیٰ کا رزق کھاؤ پیو اور زمین میں فساد نہ کرتے پھرو۔'' (البقرۃ: ٦٠)

آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ ایک لفظ کو استعمال فرماتا ہے فانفجرت اس کا مطلب ہے پھوٹ نکلے بالکل اسی واقعہ کو سورہ اعراف میں ذکر کیا گیا، ارشاد ہوتا ہے:

وَقَطَّعْنٰهُمُ اثْنَتَىْ عَشْرَةَ اَسْبَاطًا اُمَمًا وَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى اِذِ اسْتَسْقٰىهُ قَوْمُهٗٓ اَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ فَانْۢبَجَسَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا قَدْ عَلِمَ كُلُّ اُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْ وَظَلَّلْنَا عَلَيْهِمُ الْغَمَامَ وَاَنْزَلْنَا عَلَيْهِمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰى كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَمَا ظَلَمُوْنَا وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ (الاعراف:١٦٠)

''اور ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا جب کہ ان کی قوم نے ان سے پانی مانگا کہ اپنے عصا کو فلاں پتھر پر مارو پس فوراً اس سے بارہ چشمے پھوٹ نکلے ہر ہر شخص نے اپنے پانی پینے کا موقع

معلوم کرلیا اور ہم نے ان پر ابر کو سایہ فگن کیا اور ان کو من وسلویٰ پہنچائیں، کھاؤ نفیس چیزوں سے جو کہ ہم نے تم کو دی ہیں اور انہوں نے ہم پر ظلم نہیں کیا، اپنے اوپر ہی ظلم کیا۔''

آیت مبارکہ میں اسی واقعہ کو نقل فرمایا گیا جو کہ سورہ بقرہ میں گزر چکا ہے لیکن نکتہ کی بات یہ ہے کہ سورہ بقرہ میں فَانْفَجَرَتْ کے لفظ وارد ہوئے ہیں اور سورہ اعراف میں فَانْبَجَسَتْ کے الفاظ، حالانکہ دونوں کے معنی ایک ہی ہیں، لیکن لفظ مختلف ہیں۔ اس سے مراد ہرگز اختلاف نہیں ہے بلکہ جب مفسرین اور فقہا نے غور فرمایا تو معلوم ہوا کہ جو لفظ سورہ بقرہ میں فَانْفَجَرَتْ کا لفظ وارد ہوا تو اس سے مراد یہ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے جب لاٹھی ماری تو سوراخ ہوا اور سورہ اعراف کی آیت میں جو لفظ وارد ہوا ہے فَانْبَجَسَتْ اُس سے مراد یہ ہے کہ وہ سوراخ ہونے کے بعد اتنا بڑا ہو گیا کہ اس سے بارہ چشمے پھوٹ پڑے۔ لہٰذا ایک مطلب کے لیے مختلف الفاظ کا استعمال قرآن وحدیث میں اختلاف کا باعث نہیں بنتا، بلکہ ان کے ذریعے مسائل میں وسعت پیدا ہوتی ہے۔

لہٰذا محدثین نے بڑے مضبوط ضوابط مقرر فرمائے۔ اسی لیے محدثین رحمہم اللہ کی گرفت سے وہ لوگ بھی بچ نہ سکے جو صالح تھے، اور کچھ حضرات ایسے بھی تھے جو نیک نیتی سے حدیث میں تحریف کر دیا کرتے تھے۔ یہ لوگ باوجود اپنے تقویٰ اور زہد کے محدثین کی جماعت کو دھوکا نہ دے سکے۔ خلاصہ کلام یہ کہ محدثین نے اگر کسی حدیث کو صحیح کہا تو وہ یقیناً قطعی الصحت ہے، اسی لیے شبہات اور شکوک کے تمام منازل کو اس نے عبور کر کے ہی مقام صحت کو حاصل کیا ہے۔

کیونکہ اگر راوی نیک ہے اور متقی ہے اس کے باوجود بھی اس سے اس وقت تک روایت قبول نہ ہوگی جب تک وہ تمام شرائط پر پورا نہ اترے۔ محدثین کی کڑی نگاہ کا اس بات سے اندازہ لگائیں کہ امام نووی رحمہ اللہ اپنے مقدمے میں فرماتے ہیں:

''ابوزناد (جو کہ حدیث میں امام تھے) نے کہا میں نے مدینے میں سو لوگوں کو پایا سب کے سب نیک تھے مگر ان سے حدیث کی روایت نہیں کی جاتی تھی کیونکہ کہا جاتا تھا کہ وہ اس کے اہل نہیں ہیں۔'' (مقدمہ صحیح مسلم، ص:۳۳)

امام یحییٰ بن سعید القطان رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''میں ایک لاکھ دینار کے لیے جس آدمی کو صحیح سمجھتا ہوں اسے ایک حدیث کے لیے امین نہیں سمجھتا۔'' (الکفایہ فی علم الروایہ للخطیب)

اس سے بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ محدثین حدیث کے معاملہ میں کتنے محتاط تھے۔ وللہ الحمد

محدثین کا منہج رسول اللہ ﷺ کی صحیح حدیث

امت میں لاتعداد مسائل میں اختلافات ہیں اور ان اختلافات کی وجہ صحیح احادیث کو ٹھہرایا جاتا ہے اور نقارے بجا بجا کر ثابت کیا جاتا ہے کہ یہ فروعی اختلافات منہج محدثین کا عمل رہا اور یہ اختلافات کا سرچشمہ انہی کے توسل سے ہمیں ملا۔ یقیناً یہ محدثین کی جماعت پر بہتان عظیم ہے۔ ہاں فروعی مسائل اور حلال وحرام میں بھی فقہا کے درمیان اختلافات موجود ہیں، لیکن اگر غور کیا جائے اور اس مسئلہ کو سمجھا جائے تو اختلافات کی اصل وجہ احادیث کو ماننے میں نہیں بلکہ نہ ماننے میں ہیں۔ یعنی اگر کسی کو صحیح حدیث کا ادراک نہ ہو تو اپنے علم کے مطابق عمل کرتا نظر آتا ہے، لیکن اگر اسے صحیح حدیث مل جائے تو وہ اس عمل سے رجوع کرتا ہے۔

ایسے واقعات ان گنت کتب فقہ میں موجود ہیں۔ محدثین کرام رحمہم اللہ کا اصل منہج رسول اللہ ﷺ کی صحیح حدیث ہی ہوا کرتی تھی اور سب کے درمیان یہ بات مسلم تھی کہ احادیث صحیحہ کے بعد اس کا انکار کفر ہے۔ لہٰذا اختلافات جو کہ فقہا اور محدثین میں نظر آتے ہیں وہ اختلافات کئی وجوہات کی بنا پر تھے۔ لیکن اس کے باوجود اصول میں کسی کو کوئی اختلاف نہیں تھا۔ غلط بات کو پیش کر کے پھر اس کا ڈھنڈورا پیٹا جائے اور محدثین کے مختلف اقوال سے انہی کے اصول کا رد کیا جائے یہ کسی ایمان والے کا شیوہ نہیں۔ بلکہ یہ الزام تو دشمنوں کو زیب دیتا ہے۔ یہی وہ سازشیں ہیں جن کے ذریعے امت کے بہترین لوگ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور ان کے بعد تابعین عظام اور ائمہ مجتہدین پر ایسے ایسے الزامات لگائے گئے کہ زمین اپنی جگہ سے ہل جائے یا آسمان پھٹ جائے مزید افسوس اور رنج کی بات تو یہ ہے کہ ان سازشوں میں ہمارے اپنوں نے حصہ لیا اور تمام اختلافات کا قصور محدثین کے اصولوں کو ٹھہرایا حالانکہ یہ بات حق سے کوسوں دور ہے۔ ایک مرتبہ عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے خطبہ ارشاد فرمایا:

ان الله لم يبعث بعد نبيكم نبيا ولم ينزل بعد هذا الكتاب الذى انزله عليه كتابا فما احل الله على لسان نبيه فهو حلال الى يوم القيمة وما حرم على لسان نبيه فهو حرام الى يوم القيامه الا ان لست بقاضٍ ولكنى منفذو لست بمبتدع ولكنى متبع

''بلا شبہ اللہ تعالیٰ نے تمھارے نبی ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں بھیجا اور جو یہ کتاب آپ پر نازل کی اس کے بعد کوئی اور کتاب نازل نہیں فرمائی۔ پس جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کی زبان پر حلال ٹھہرایا وہ قیامت تک حلال ہے اور جسے اپنے نبی ﷺ کی زبان پر حرام ٹھہرایا وہ قیامت تک حرام ہے۔ خبردار ! میں قاضی نہیں بلکہ میں احکام نافذ کرنے والا ہوں، میں کسی نئے مسئلہ کو ایجاد کرنے والا نہیں بلکہ متبع اور اطاعت کرنے والا ہوں۔''

(سنن الدارمی، ج ۱، ص:۱۲۶)

یہ خطبہ اس بات پر دال ہے کہ ہمارے اسلاف کا منہج اور ان کا عقیدہ صحیح حدیث ہی پر تھا وہ کسی طریقے سے قرآن وصحیح حدیث کے خلاف نہ تھے اور نہ ہی کتاب وسنت کی موجودگی میں وہ اپنی رائے وقیاس سے کام لیتے۔ بلکہ قرآن وحدیث ہی کو اصل مرجع قرار دیتے تھے۔ بالکل یہی معاملہ اور طرز عمل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا تھا اور انھوں نے اسی بات کی تعلیم اپنے شاگردوں کو دی۔ یہی وجہ ہے کہ کبار محدثین حدیث سننے کے بعد رسول اللہ ﷺ کے فرمان ہی کو حرف آخر گردانتے بظاہر اگر ان ائمہ میں اختلافات نظر بھی آتے تو وہاں اختلافات کسی ذاتی دشمنی یا تعصب کی بنا پر نہیں ہوا کرتے اور نہ ہی اپنے مسلک یا امام کو اونچا کرنے کے سبب، بلکہ اختلافات کی جو وجوہات تھیں وہ حدیث نہ ملنے کی وجہ سے پیدا ہوئیں یا پھر حدیث کی صحت تک رسائی نہ ہونے کے سبب سے پیدا ہوئے جس کی ایک طویل فہرست اصولوں کی کتابوں میں موجود ہے۔ لہٰذا اختلاف امت پر شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ a کی کتاب رفع الملام امام ابن حزم کی الاحکام اور شاہ ولی اللہ کی کتاب حجۃ اللہ البالغۃ جو کہ اس مضمون پر لکھی گئی ہیں۔

ان علما کی آراء یہ ہیں کہ جو اختلافات کی اہم وجوہات تھیں ان میں سے ایک وجہ تو یہ ہے کہ:

1 ایک حدیث کا علم بعض کو ہوا اور بعض کو نہ ہوا۔

2 حدیث کا علم تو ہوا لیکن اس کی صحت انہیں معلوم نہ ہوئی یا صحیح سند سے ان تک وہ حدیث نہ پہنچی۔

3 حدیث کی تفہیم اور تعبیر میں اختلاف واقع ہوا۔

ان کے علاوہ کئی اور وجوہات بھی ہیں جن سے اختلافات مابین فقہا پیدا ہوئے۔اس مسئلہ کے باوجود اگر اصلاح اور حسن ظن سے تتبع کیا جائے تو یہی مسئلہ آشکار ہوتا ہے کہ محدثین اور فقہا کے مابین اختلافات کچھ وجوہات کی بنا پر تھے،لیکن محدثین کا منہج رسول اللہ ﷺ کی حدیث کی قبولیت کے بارے میں کوئی اختلاف نہیں پایا جاتا تھا۔ بلکہ کچھ چیدہ چیدہ باتوں کے پیش نظر آج کے متعصبین اور منکرین اس گمراہی کی آگ کو بھڑکانے کی کوشش کر رہے ہیں کہ محدثین کے منہج میں کئی اختلافات تھے جو کہ ایک غلط اور افترا پر مبنی بات ہے جس کی حقیقت کچھ بھی نہیں۔

امیر بننے کا ایک جامع وظیفہ

رسول اللہ ﷺ نے غریبی اور محتاجی سے بچنے اور امیری اور غنا کے حصول کے لیے اس وظیفہ کو پڑھنے کی تلقین فرمائی:

((اللهُمَّ أَنْتَ الْأَوَّلُ فَلَيْسَ قَبْلَكَ شَيْءٌ، وَأَنْتَ الْآخِرُ فَلَيْسَ بَعْدَكَ شَيْءٌ، وَأَنْتَ الظَّاهِرُ فَلَيْسَ فَوْقَكَ شَيْءٌ، وَأَنْتَ الْبَاطِنُ فَلَيْسَ دُونَكَ شَيْءٌ، اقْضِ عَنَّا الدَّيْنَ، وَأَغْنِنَا مِنَ الْفَقْرِ))

''اے اللہ! میں تجھ سے اس لیے مانگتا ہوں کہ تو ہی اول ہے تجھ سے پہلے کوئی نہیں اور تو ہی آخر ہے تیرے بعد کوئی نہیں،تو ہی ظاہر ہے تیرے اوپر کوئی چیز نہیں اور تو ہی باطن ہے تیرے نیچے کوئی چیز نہیں کہ میرے قرض کو تو ادا کر دے اور ہماری غریبی اور محتاجی و مفلسی کو دولت مندی اور امیری میں بدل دے۔'' (صحيح مسلم، الذكر و الدعاء ، باب الدعاء عندا لنوم (٢٧١٣)(٦٨٨٩)

سلسلۃ اصلاح اخطاء الناس

نہ کہنے کی باتیں

ابن عمر دین لاہوری

کاش میں ایسا کر لیتا:

اللہ تبارک وتعالی کے فیصلے کو قبول کر لینا اور اپنے تقدیر پر راضی رہنا ایمان کا حصہ ہے کیونکہ نظام عالم میں اسی کی مشیت اور ارادہ کارفرما ہے اور جو وہ چاہتا ہے وہی ہوتا ہے۔ کسی کو خوشی حاصل ہوتی ہے تو اس کی مشیت سے اور کوئی تکلیف میں مبتلا ہوتا ہے تو اس کی مشیت سے۔ قرآن مقدس میں اللہ تعالی فرماتے ہیں: ''جو بھی مصیبت آتی ہے اللہ کے اذن سے آتی ہے''۔ (التغابن:۱۱)

انسان اپنے مقاصد اور خوشیوں کے حصول کے لیے محنت کرے پھر اگر وہ ان کے حصول میں ناکام رہے تو اللہ کے فیصلے کو تسلیم کرے کیونکہ بے نیازی اور پریشانی سے نجات اسی میں ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو نصیحت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

''اپنے بارے میں اللہ کی تقسیم پر راضی ہو جا، سب سے بڑا غنی بن جائے گا''۔

(سنن الترمذي:۲۳۰۵)

مقاصد کے عدم حصول اور ناکامی کو دیکھ کر پھر اپنی فکر وسوچ کے گھوڑے نہیں دوڑانے چاہیے کیونکہ اللہ فیصلہ کرنے خوب غلبہ رکھتا ہے اور اس کے فیصلے کو چیلنج نہیں عام طور پر ہوتا ہے کہ ناکامی یا نقصان کی صورت میں کچھ لوگ اپنی زبانوں سے یہ کہتے ہوئے سنائی دیتے ہیں کہ کاش! میں ایسا کر لیتا تو ایسا ہو جاتا، کاش! میں وہاں نہ ہوتا تو یہ مصیبت نہ آتی، اے کاش! وہ کچھ دیر سے آتا تو میں اس اذیت سے بچ جاتا وغیرہ وغیرہ۔ رسول اللہ نے ایسے کلمات کہنے کو ناپسند فرمایا ہے۔ صحیح مسلم میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«وَإِنْ أَصَابَكَ شَيْءٌ فَلَا تَقُلْ لَوْ أَنِّي فَعَلْتُ كَانَ كَذَا وَكَذَا، وَلَكِنْ قُلْ: قَدَرُ اللَّهِ وَمَا شَاءَ فَعَلَ، فَإِنَّ، لَوْ، تَفْتَحُ عَمَلَ الشَّيْطَانِ»

''اگر تجھے تکلیف پہنچے تو یہ نہ کہو: کاش! میں ایسا کر لیتا تو اس طرح ہو جاتا، بلکہ یہ کہو ''قدر اللہ وما شاء فعل'' (اللہ کی تقدیر ہے، اس نے جو چاہا کر دیا) کیونکہ ''کاش'' کہنا شیطانی عمل کو راہ دیتا ہے''۔ (مسلم:٢٦٦٤)

شہباز کرے پرواز، جانے راز دلاں دے:

عقیدت ومحبت میں غلو کی بنیاد جہالت ہے، اللہ تعالی نے اپنے مقدس کلام میں غلو سے منع فرمایا ہے:

''اے اہل کتاب! اپنے دین میں غلو نہ کرو''۔ (النساء:١٧١)

سید البشر، خاتم الرسل، امام الانبیاء ''محمد رسول اللہ'' نے بھی اپنی ذات گرامی قدر کے متعلق اہلِ ایمان کو غلو سے روک دیا ہے «لَا تُطْرُوْنِي كَمَا أَطْرَتِ النَّصَارَى عِيْسَى بْنَ مَرْيَمَ» .

''تم مجھے اس طرح حد سے نہ بڑھانا جس طرح عیسائیوں نے عیسی بن مریم کو حد سے بڑھا دیا تھا''۔ بخاری:(٣٤٤٥) اگر یہ غلو آپ کی ذات گرامی کے لیے جائز نہیں تو پھر ایک عام انسان کو اس منصب پر کس طرح فائز کیا جا سکتا ہے یا اس صفت سے کیسے متصف کیا جا سکتا ہے جو صفت اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذات کے لیے خاص ہو، قرآن مجید میں ارشاد باری تعالی ہے:

وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْر ''اور اللہ سینوں کی بات کو اچھی طرح جاننے والا ہے''۔(آل عمران:١٥٤)

دلوں کے راز کا علم صرف اللہ کے پاس ہے اور اس علم میں اللہ کے ساتھ کوئی دوسرا شریک نہیں ہے اور وہ خود قرآن میں اس کی تردید بھی کرتا ہے: ''اس جیسی کوئی شے نہیں، وہی خوب سننے والا خوب دیکھنے والا ہے''۔ (الشوریٰ:١١) دلوں میں پیدا ہونے والے خیالات وتفکرات اسی ایک اللہ کے احاطہ علم میں ہیں۔ خالق کی صفات مخلوق میں تقسیم کرنا عین ظلم ہے جس کی تلافی صرف توبہ سے ہو سکتی ہے۔ تو یہ کہنا کہ ''شہباز کرے پرواز، جانے دلاں دے راز'' کسی بھی صورت جائز نہیں ہے۔

اے مولا علی! اے شیرِ خدا! میری کشتی پار لگا دینا:

اس میں دو احتمال ہیں، ایک تو یہ کہ سمندر یا دریا میں پھنسی کشتی کو پار لگانے کے لیے علی سے فریاد کی

جارہی ہے، یا پھر اس سے مراد مشکل حالات ہیں کہ مشکلات سے چھٹکارے کے لیے التجا کی جارہی ہے۔ الغرض دونوں اعتبار سے ہی حضرت علی سے مدد کا خواستگار ہونا درست نہیں۔ مشرکین عرب جو لاتعداد خداؤں کو پوجنے والے تھے، جب ان کی کشتی کسی بھنور میں پھنستی یا غرقاب ہوتے نظر آتی تو اپنے باطل معبودوں کو چھوڑ کر الہ العالمین سے نجات کے طلب گار ہوتے تھے کیونکہ وہ بھی یقین رکھتے تھے کہ ایسے مشکل حالات میں نجات دینے والی واحد ذات اللہ کی ہے۔ اللہ تعالی نے ان کی اس کیفیت کو قرآنِ مقدس میں اس طرح بیان فرمایا ہے:

''جب یہ کشتی میں سوار ہوتے ہیں تو اپنے دین کو خالص کر کے صرف اللہ کو پکارتے ہیں، لیکن جب وہ (اللہ) نجات دے کر خشکی پر اُتار دیتا ہے تو وہ اس کے ساتھ شریک بنانے لگ جاتے ہیں''۔ (العنکبوت:٦٥)

اگر اس سے مراد مصائب سے چھٹکارے کے لیے پکارنا ہے تو تب بھی جائز نہیں، اللہ تعالی فرماتے ہیں: ''یا وہ لاچار کی دعا قبول کرتا ہے جب وہ سے پکارتا ہے اور تکلیف دور کرتا ہے اور تمہیں زمین کے جانشین بناتا ہے؟ کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود ہے؟ بہت کم تم نصیحت قبول کرتے ہو۔''

(النمل:٦٢)

جب مشکل میں پھنسے کی دعا قبول فرما کر نجات اللہ دیتا ہے پھر اس جیسی کسی کی طاقت نہیں اور اس کے حکم سے سب کچھ سنور سکتا ہے تو پھر اس غنی و بے پرواہ ذات کے علاوہ کسی کے پاس جانے کیا کیا ضرورت؟ محتاج کسی دوسرے (محتاج) کے دروازے پر نہیں جانا چاہیے بلکہ شہنشاہ اور غنی کے دروازے پر دستک دینی چاہیے، اللہ تعالی فرماتے ہیں:

(يَأَيُّهَا النَّاسُ أَنتُمُ الْفُقَرَاءُ إِلَى اللّٰهِ) (فاطر:١٥) ''اے لوگو تم سب اللہ کے محتاج ہو۔''

مذکورۃ آیت میں لفظ ''الناس'' سے تمام لوگ مراد ہیں جن میں حضرت علی بھی شامل ہیں۔ جب سارے محتاج ہیں تو دستک غنی کے در پر دینی چاہیے نہ کہ علی کے در پر! کیونکہ اللہ کے سوا کسی کو مدد کے لیے پکارنا صریح شرک ہے۔

روزہ کے فضائل اور اس میں کرنے کے کام

تحریر.....محمد عظیم حاصل پوری

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ یا أَیُّھا الَّذِینَ آمَنُوا کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ کَمَا کُتِبَ عَلَی الَّذِینَ مِنْ قَبْلِکُمْ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُونَ ﴾ (البقرۃ:183)

''اے ایمان والو! تم پر اسی طرح روزے فرض کئے گئے ہیں جیسے تم سے پہلے لوگوں پر فرض کئے گئے تھے تاکہ تم پرہیزگار بن جاؤ۔''

ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''تم لوگوں کے پاس ماہ رمضان المبارک آ گیا ہے۔ خداوند قدوس نے تم پر اس ماہ کے روزے فرض قرار دیئے ہیں اس ماہ میں جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور دوزخ کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور شرارت کرنے والے شیطان اس ماہ میں باندھ دیئے جاتے ہیں۔ اس ماہ میں ایک رات ہے جو شخص اس کے ثواب سے محروم رہا وہ محروم رہا۔ نسائی 2106 ، صحیح

روزوں کی فضلیت

ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا:

''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھ کو کسی کام کے کرنے کا حکم فرمائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا تم روزہ رکھا کرو اس کے برابر کوئی دوسرا کام نہیں ہے۔ کہتے ہیں میں نے پھر کہا مجھ کو کسی کام کے کرنے کا حکم فرمائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا تم روزہ رکھا کرو اس کے برابر کوئی دوسرا کام نہیں ہے۔'' نسائی ، الصیام - 2223صحیح

حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جس شخص نے جہاد کے دوران ایک روزہ رکھا اللہ تعالیٰ اس کے اور دوزخ کے درمیان ایسی خندق بنا دیتا ہے جیسے کہ زمین و آسمان کے درمیان فاصلہ ہے۔'' ترمذی، 1624 حسن صحیح

نیکی کی ترغیب اور حکم عام دنوں میں بھی ہے لیکن رمضان میں بطور خاص اس کی ترغیب دی جاتی ہے اور اس کے لیے مواقع فراہم کیے جاتے ہیں جس کے لیے اللہ تعالیٰ انسان کے دشمنوں کو باندھ دیتے ہیں تاکہ میرے بندے زیادہ سے زیادہ نیک اعمال کر سکیں۔

شیاطین اور سرکش جن جکڑ دیے جاتے ہیں

ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

''جب رمضان کی پہلی رات آتی ہے تو شیاطین اور سرکش جنوں کو زنجیروں میں جکڑ دیا جاتا ہے اور دوزخ کے دورازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور پھر اس کا کوئی دروازہ نہیں کھولا جاتا پھر جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور اس کا کوئی دروازہ بند نہیں کیا جاتا اور پکارنے والا پکارتا ہے اے خیر کے طلبگار آگے بڑھ اور اے شر کے طلبگار ٹھہر جا اور اللہ کی طرف سے بندے آگ سے آزاد کر دیئے جاتے ہیں یہ معاملہ ہر رات جاری رہتا ہے۔'' ترمذی، الصَّوْمِ 682 ، صحیح

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب رمضان آتا ہے تو جنت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں۔''

ایک دوسری روایت کے یہ الفاظ ہیں:

''جب رمضان کا مہینہ آتا ہے تو آسمان کے تمام دروازے کھول دیے جاتے ہیں جہنم کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں اور شیاطین کو زنجیروں میں جکڑ دیا جاتا ہے۔''

صحیح مسلم کی روایت کے یہ الفاظ ہیں:

''جب رمضان کا مہینہ آتا ہے تو رحمت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں۔''

بخاری، الصوم، باب هل يقال رمضان أو شهر رمضان؟..... (۱۸۹۸)

سابقہ گناہوں کی معافی

ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ صَامَ رَمَضَانَ إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ

''جوشخص رمضان میں ایمان اور ثواب کا کام سمجھ کر روزے رکھے اس کے اگلے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔'' بخاری، الصوم، باب من صام رمضان إيمانا واحتسابا ونية 1901

اور مسند احمد میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے:

''جوشخص رمضان کے روزے رکھے، اس کی حدود کو پہچانے اور جن چیزوں سے بچنا چاہیے ان سے بچے تو وہ اس کے گذشتہ سارے گناہوں کا کفارہ بن جائے گا۔'' مسند احمد: 11524۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''پانچوں نمازیں، ایک جمعہ دوسرے جمعہ تک اور ایک رمضان دوسرے رمضان تک اپنے درمیان ہونے والے گناہوں کو مٹا دیتا ہے جبکہ کبیرہ گناہوں سے اجتناب کیا جائے۔''

صحيح المسلم ، الطهارة، باب الصلوات الخمس والجمعة إلى الجمعة (٢٣٣)

روزہ دار کے لیے فرشتوں کی دعائیں

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«إِنَّ اللّٰهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّوْنَ عَلَى الْمُتَسَحِّرِيْنَ» .

''بلاشبہ اللہ تعالیٰ سحری کھانے والوں پر رحمت بھیجتے ہیں اور فرشتے ان کے لیے دعا کرتے ہیں۔''

صحيح الترغيب والترهيب ، الصوم، باب الترغيب فى السحور . . . (١٠٦٦)

سحری کا کھانا باعث برکت ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل کتاب اور مسلمانوں کے درمیان سحری کا فرق بیان فرمایا ہے۔

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''سحریوں میں برکت ہے لہٰذا اسے مت چھوڑو اگر چہ تم میں سے کوئی پانی کا ایک گھونٹ ہی پی لے۔''

مسند أحمد (٣/ ١٢) (٢١٥)

روزہ ڈھال ہے

حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے کعب بن عجرہ وہ گوشت اور خون جنت مین داخل نہیں ہوگا جو حرام سے پروان چڑھا ہے

''آگ ہی اس کا زیادہ حق رکھتی ہے۔ اے کعب بن عجرہ ہر صبح لوگ دو قسم کے ہوتے ہیں ایک گروہ اپنے نفس کو آزاد کرانے میں صبح کرتا ہے تو وہ اسے آزاد کرالیتا ہے۔ اور ایک گروہ اپنے نفس کو ہلاک کرنے والا ہوتا ہے۔ اے کعب بن عجرہ! نماز اللہ کے قرب کا ذریعہ ہے، صدقہ برہان ہے اور روزہ ڈھال ہے۔''

ابن حبان: 5567 تعليق شعيب الأرنؤوط صحيحو صحيح الترغيب:867

روزہ خیر کا دروازہ ہے

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھا کہ ایک صبح میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریب ہوا اور ہم سب چل رہے تھے میں نے عرض کیا:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! مجھے ایسا عمل بتائیں جو مجھے جنت میں داخل اور جہنم سے دور کر دے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تم نے مجھ سے ایک بہت بڑی بات پوچھی ہے البتہ جس کے لیے اللہ تعالیٰ آسان فرمادے اس کے لیے آسان ہے اور وہ یہ کہ تم صرف اللہ ہی کی عبادت کرو، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ، نماز قائم کرو، زکوۃ دو، رمضان کے روزے رکھو اور بیت اللہ کا حج کرو۔''

ثُمَّ قَالَ: أَلَا أَدُلُّكَ عَلَى أَبْوَابِ الخَيْرِ: الصَّوْمُ جُنَّةٌ، وَالصَّدَقَةُ تُطْفِءُ الخَطِيئَةَ كَمَا يُطْفِءُ المَاءُ النَّارَ، وَصَلَاةُ الرَّجُلِ مِنْ جَوْفِ اللَّيْلِ قَالَ: ثُمَّ تَلَا ﴿تَتَجَافَى جُنُوبُهُمْ عَنِ المَضَاجِعِ﴾ (السجدة:16) حَتَّى بَلَغَ ﴿يَعْمَلُونَ﴾ (السجدة:17)

''پھر فرمایا کیا میں تمہیں خیر کا دروازہ نہ بتاؤں۔ روزہ ڈھال ہے اور صدقہ گناہوں کو اس طرح ختم کر دیتا ہے جیسے پانی آگ کو اور آدھی رات کو نماز پڑھنا (یعنی یہ بھی اور خیر ہے) پھر آپ صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم نے یہ آیت پڑھی تَتَجَافَى جُنُوبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ سے يَعْمَلُونَ تک (انکے پہلو بستروں سے الگ رہتے ہیں اور اپنے رب کو خوف اور امید سے پکارتے ہیں) یعملون تک یہ آیت پڑھی۔

ترمذی، الإیمان باب ما جاء فی حرمة الصلاة 2616 ومسند احمد: 22016 صحیح

صدیقین اور شہداء کا ساتھ

عمرو بن مرہ جہنی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ بنو قضاعہ کا ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہنے لگا:

''آپ فرمائیں کہ اگر میں اس بات کی گواہی دوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں اور آپ اللہ کے رسول ہیں اور نمازیں پڑھوں اور رمضان کے روزے رکھوں رمضان کا قیام کروں اور زکواۃ ادا کروں (تو مجھے کیا ملے گا؟) آپ علیہ السلام نے فرمایا: جو شخص اس حالت میں فوت ہو جائے تو وہ صدیقین اور شہداء میں سے ہوگا۔'' صحیح ابن خزیمة: 2212 صحیح الترغیب: 749۔

روزہ جنت میں داخلے کا ذریعہ ہے

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ میں نے اپنا سینہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تکیہ بنا رکھا تھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جو شخص رضائے الٰہی کے لئے لا الہ الا اللہ کا اقرار کرے اور اس کی زندگی اسی اقرار پر ختم ہو تو وہ جنت میں داخل ہوگا اور جو شخص رضاء الٰہی کے لئے ایک دن روزہ رکھے اور اسی پر اس کا اختتام ہو تو وہ بھی جنت میں داخل ہوگا اور جو شخص رضاء الٰہی کے لئے صدقہ کرے اور اسی پر اس کا اختتام ہو تو وہ بھی جنت میں داخل ہوگا'' مسند احمد: 23324۔

روزے دار کے لیے دو خوشیاں

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں، آپ نے فرمایا کہ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

''روزہ میرے لئے ہے اور میں ہی اس کا بدلہ دوں گا، میری وجہ سے وہ اپنی خواہش کو اور کھانے اور پینے کو چھوڑتا ہے، اور روزہ ڈھال ہے اور روزہ دار کے لئے دو خوشیاں ہیں ایک خوشی جس وقت روزہ

افطار کرتا ہے اور ایک خوشی جس وقت اپنے رب سے ملاقات کرے گا، اور روزہ دار کے منہ کی بو اللہ کو مشک کی خوشبو سے بھی زیادہ اچھی معلوم ہوتی ہے۔'' بخاری:7492 -

روزہ سفارش کرے گا

حضرت عبداللہ ابن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''روزہ اور قرآن قیامت کے دن بندے کی سفارش کریں گے، روزہ کہے گا کہ پروردگار میں نے دن کے وقت اسے کھانے اور خواہشات کی تکمیل سے روکے رکھا اس لئے اس کے متعلق میری سفارش قبول فرما، اور قرآن کہے گا کہ میں نے رات کو اسے سونے سے روکے رکھا اس لئے اس کے حق میں میری سفارش قبول فرما چنانچہ ان دونوں کی سفارش قبول کر لی جائے گی۔''

مسند احمد: 6626 -

روزہ دار کی دعا قبول ہوتی ہے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

''تین دعائیں قبول ہوتی ہیں، روزے دار کی دعا، مظلوم کی دعا اور مسافر کی دعا۔''

الجامع الصغیر:5341)صحیح

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''بے شک اللہ تبارک وتعالیٰ رمضان میں ہر دن اور رات لوگوں کو آزاد کرتا ہے، اور ہر مسلمان کی ہر دن اور رات میں دعا قبول ہوتی ہے۔'' صحیح الترغیب:1002 -

روزہ دار کے لیے حوروں کے گیت

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''رمضان کے لیے جنت کو شروع سال سے اگلے سال تک سجایا جاتا ہے پھر جب رمضان کا پہلا دن ہوتا ہے تو ایک (خاص) ہوا عرش بریں کے نیچے سے جنت کے پتوں میں سے ہو کر گزرتی ہوئی خوبصورت حوروں تک پہنچتی ہے تب وہ کہہ دیتی ہیں:

''اے ہمارے رب! ہمارے لیے اپنے بندوں میں سے ایسے جوڑے بنا دے جن سے ہماری آنکھوں

کو ٹھنڈک نصیب ہو اور ان کو ہمارے ذریعے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما۔''

البیھقی فی شعب الإیمان (۳/ ۳۲۱)

روزہ جنتی محلات کا مالک بناتا ہے

رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے کہ جنت میں کچھ محلات ہیں جن کے بیرونی حصے سے ان کا اندرونی حصے اور اندرونی حصے سے بیرونی حصہ نظر آتا ہے (اس قدر وہ نفیس وعمدہ ہیں) تو ایک اعرابی نے دریافت کیا اے اللہ کے رسول! یہ کس کو اللہ عطا کرنے والا ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا:

''یہ اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے تیار کیے ہیں جو (لوگوں کو) کھانا کھلائے، نرم گفتگو کرے، روزے کثرت سے رکھے اور جب لوگ سو رہے ہوں تو وہ نماز پڑھے۔'' مسند أحمد (٦٣٢٦)

بدنصیب روزہ دار

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''کتنے ہی روزے دار ایسے ہوتے ہیں جن کے حصے میں بھوک پیاس آتی ہے، اور کتنے ہی تراویح میں قیام کرنے والے ہیں جن کے حصے میں صرف شب بیداری آتی ہے۔''

مسنداحمد: 9685 ، وابن ماجه:1690 صحيح

رمضان المبارک میں کرنے والے کام

روزہ رکھنا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''جس نے رمضان کے روزے ایمان کے ساتھ اور ثواب کی نیت سے رکھے اس کے سابقہ گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں''

بخاری، الصیام، باب من صام رمضان ایمانا واحتسابا (۱۹۰۱)

قیام اللیل یا تراویح:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ بالجزم حکم تو نہیں دیتے تھے البتہ قیام رمضان کی ترغیب دلایا کرتے تھے اور فرماتے تھے:

''جس نے ایمان کے ساتھ اور اجر وثواب کی امید سے قیام رمضان (نماز تراویح) میں شرکت کی اس کے سابقہ گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں''

ترمذی، الصوم، باب الترغیب فی قیام رمضان. . . (۸۰۸) ومسلم (۷۵۹)

ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رمضان کے روزے رکھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں کوئی قیام نہیں کروایا۔ یہاں تک کہ سات راتیں باقی رہ گئیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک تہائی رات تک ہمیں نماز تراویح پڑھائی جب چھٹی رات تھی (یعنی چھ راتیں باقی رہ گئیں) تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں قیام کروایا، جب پانچویں رات تھی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں آدھی رات تک قیام کرایا تو میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! کاش اس رات آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں مزید نماز پڑھاتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''بے شک جب کوئی شخص امام کے ساتھ نماز پڑھتا ہے یہاں تک کہ وہ امام فارغ ہو جاتا ہے تو اس شخص کے لیے پوری رات کے قیام کا ثواب لکھ دیا جاتا ہے''

ابوداؤد، شهر رمضان، باب فی قیام شهر رمضان (۱۳۷۵) صحیح

صدقہ وخیرات:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھلائی کے کاموں میں سب سے زیادہ سخاوت کرنے والے تھے اور آپ کی سب سے زیادہ سخاوت رمضان کے مہینے میں ہوتی تھی۔۔۔اس مہینے میں (قرآن کا دور کرنے کیلئے) آپ سے جب جبرئیل ملتے تو آپ کی سخاوت اتنی زیادہ اور عام ہوتی جیسے تیز ہوا ہوتی ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ۔'' بخاری، الصیام 1902۔

یہ صدقہ ہوتا تھا زکواۃ نہیں زکواۃ جب مال پر سال گزر جائے زکواۃ ادا کرنی چاہیے صرف رمضان میں نہیں۔

روزے کی حالت میں جھوٹ نہیں

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جس نے جھوٹ بولنا اور اس پر عمل کرنا ترک نہ کیا تو اللہ تعالیٰ کو اس کے کھانا پینا چھوڑ دینے کی کوئی

ضرورت نہیں۔'' بخاری، الصیام1903 -

لڑائی جھگڑا نہیں

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:
''انسان کے ہر عمل کا بدلہ ہے، مگر روزہ کہ وہ خاص میرے لئے ہے اور میں ہی اس کا بدلہ دیتا ہوں اور روزہ ڈھال ہے۔ جب تم میں سے کسی کے روزے کا دن ہو، تو نہ شور مچائے اور نہ فحش باتیں کرے اگر کوئی شخص اس سے جھگڑا کرے یا گالی گلوچ کرے تو کہہ دے میں روزہ دار آدمی ہوں۔''

بخاری:1904-

☆ قرآنِ کریم کی کثرت سے تلاوت کرنا، ☆ قرآنِ کریم کی تلاوت میں خوف و بکاء کی مطلوبیت، قرآن کریم کو پڑھتے اور سنتے وقت انسان پر خوف اور رقت کی کیفیت طاری ہونی چاہیے۔ قرآن کو محض تاریخ وقصص کی کتاب نہ سمجھا جائے بلکہ اسے کتاب ہدایت سمجھ کر پڑھا جائے، آیات وعد اور وعید اور انذار و بشارت پر غور کیا جائے، جہاں اللہ تعالیٰ کی رحمت ومغفرت اور اس کی بشارتوں اور نعمتوں کا بیان ہے وہاں اللہ سے ان کا سوال کیا جائے اور جہاں عذاب اور وعید کا تذکرہ ہو وہاں ان سے پناہ مانگی جائے۔

☆ اعتکاف کا اہتمام کرنا

☆ لیلۃ القدر کی تلاش

☆ رمضان المبارک میں عمرہ کرنا

☆ کثرت سے دُعا کرنا

☆ ایک دوسرے کے حق میں غائبانہ دعا کرنا

☆ حق تلفیوں کا ازالہ اور گناہوں سے اجتناب کرنا

☆ اپنے دلوں کو باہمی بغض وعناد سے پاک کرنا۔

سند فراغت پانے والے حفاظ کرام

حافظ جنید حمید شہید	حافظ انور یزید احمد	حافظ امیر حمزہ	حافظ اسامہ اکرم	حافظ حبیب الرحمن	حافظ اسامہ نواز
حافظ حماد اسلم	حافظ عمر حیات	حافظ عبدالرحمان	حافظ محمد انس	حافظ مطیع الرحمان	حافظ اصیر مم تبسم
حافظ عبید الرحمن	حافظ رحیم اللہ ہزاروی	حافظ طارق محمود	حافظ لقمان محمدی	حافظ عمر فاروق	حبیب حافظ الرحمن مشتاق
حافظ نعمان عمر	حافظ اسامہ افضل	حافظ خالد سلیم	حافظ حنین آصف	حافظ عبداللہ عبدالکریم	حافظ احمر قیصر
حافظ عبدالمنان	حافظ اسامہ انور	حافظ زبیر رمضان	حافظ حنین منیر	حافظ داؤد اللہ	حافظ جمشید ہزاروی
حافظ قاص حسین	حافظ انیس عبدالستار	حافظ حنظلہ اشرف	حافظ دانش عبدالمنان	حافظ حذیفہ فضل	حافظ خاقان داؤد
حافظ عثمان اسلم	حافظ اسامہ احسان	حافظ آفاق طارق	حافظ نعمان نیامت	حافظ رمضان اشتیاق	حافظ منیب الرحمن
حافظ عمیس ناصر	حافظ حمزہ عبدالستار	حافظ صلاح الدین	حافظ حمزہ محبوب	حافظ محمد مدنی	حافظ محمد عامر
حافظ عبداللہ	حافظ محمد سفیان	حافظ حسن یفیق	حافظ محمد بشار	حافظ محمد خبیب	حافظ سلمان سعید
حافظ محمد حماد	حافظ ابوسفیان	حافظ محمد عمیر	حافظ محمد فیضان	حافظ محمد صائم	حافظ محمد اویس
حافظ صبغۃ اللہ	حافظ محمد حنظلہ	حافظ محمد عثمان	حافظ عبداللہ اسلم	حافظ طارق محمود	حافظ عمیر اکرم
حافظ ھارون ذوالفقار	حافظ نعیم ارشد	حافظ مستقیم ضیاءاللہ	حافظ قاسم حنیف	حافظ عبدالوھاب	حافظ عبدالرحمان محمود
حافظ نصیر احمد	حافظ مغیرہ توحیدی	حافظ زین علی	حافظ عبدالرحمان	حافظ علی احمد	حافظ بلال احمد
حافظ سعد الرحمان	حافظ بنیامین بٹ	حافظ ولید ناصر	حافظ طلال خلیل	حافظ محمد آصف	حافظ بلال عارف
حبیب حافظ الرحمان	حافظ ارسلان فلک شیر	حافظ عبدالمنان خالد	حافظ مطہر کمال الدین	حافظ فیصل عباس	حافظ ابوبکر یزید امجد
حافظ بلال عبدالمجید	حافظ اسامہ قیصر	حافظ طلحہ گلزار	حافظ عنصر عبدالقیوم	حافظ عمر محمد علی	حافظ بلال وارث
حافظ امیر حمزہ لیاقت	حافظ ھارون منیر	حافظ فیضان طارق	حافظ حماد امانت	حافظ سلمان محمود	حافظ عزیز سعید
حافظ مظہر حنیف	حافظ مہد امجد	حافظ احمد قدیر	حافظ عثمان رحمت اللہ	حافظ سعد ذوالفقار	حافظ احمد ارشد

Mujallah **AL-MUKARRAM** Gujranwala
Jamia Islamia Salfia (Mukarram Masjid) Model Town Gujranwala

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد اسماعیل سلفی رحمۃ اللہ علیہ کی
اور
مولانا حکیم محمود سلفی حفظہ اللہ کی عملی یادگار
الجامعۃ الاسلامیۃ السلفیۃ جامع مسجد مکرم اہلحدیث ماڈل ٹاؤن گوجرانوالہ
اصح الکتب بعد کتاب اللہ
تقریب تکمیل
صحیح بخاری شریف
ان شاء اللہ
29
مئی 2015
بروز جمعہ
بعد نماز عصر
سیدنا البخاری
فضیلۃ الشیخ مولانا عبدالوحید ساجد صاحب حفظہ اللہ
شیخ الحدیث جامعہ ہذا
فضیلۃ الشیخ حضرت مولانا
محدث العصر
مفتی جماعت
عبدالستار الحماد
صاحب حفظہ اللہ
بخاری شریف کی آخری حدیث پر درس ارشاد فرمائیں گے ان شاء اللہ
طلبا جامعہ اسلامیہ سلفیہ مسجد مکرم اہلحدیث ماڈل ٹاؤن گوجرانوالہ

قارئین کرام! سلسلہ دار المکرم، آپ کا اپنا رسالہ ہے، خود پڑھیں، دوسروں کو پڑھنے کی دعوت دیں، ہمیں آپ کی قیمتی آراء کا انتظار رہے گا، اپنے گراں قدر مشوروں سے نواز کر شکریہ کا موقع دیں

Designing & Printing: Maktaba Islamia Press Lhr, 0300-8661763